قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بلغوا عنی ولو آیۃ

رواہ البخاری

سلسلہ التبلیغ کا وعظ مسمّٰی بہ

اسباب الغفلہ

یعنی

غفلت کے اسباب

منجملہ ارشادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ

عنوانات وحواشی

حضرت مولانا خلیل احمد تھانوی صاحب مدظلہم العالی

سلسلہ نشرواشاعت نمبر299

زیر سرپرستی: یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر ○ شاہراہ قائد اعظم ○ لاہور- 54000

پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

ناشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)

نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920

فون: 6551774 - 042-6861584

سببِ ناکامی

تجھ کو جو چلنا طریقِ عشق میں دُشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے ہاں تو ہی ہمت ہار ہے
ہر قدم پر تو جو رہ رو کھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَلِّغُوا عَنِّيْ وَلَوْ اٰيَةً

رواه البُخاری

سلسلہ التبلیغ کا وعظ مسمّٰی بہ

اسبابُ الغفلہ

یعنی غفلت کے اسباب

منجملہ ارشادات

حکیم الامّت مجدّد الملّۃ حضرت مولانا شاہ محمّد اشرف علی تھانوی صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

عنوانات وحواشی

حضرت مولانا خلیل احمد تھانوی صاحب مدظلہم العالی

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ ۔ لاہور

بالمقابل چڑیا گھر ۔ شاہراہِ قائدِاعظم ۔ لاہور

پوسٹ بکس نمبر : 2074 پوسٹ کوڈ نمبر : 54000 فون : 042-6373310

فیکس : 042-6370371

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

سلسلہ نشرواشاعت نمبر

نام وعظ : ———— اسباب الغفلہ یعنی غفلت کے اسباب

عنوانات وحواشی ———— حضرت مولانا خلیل احمد تھانوی صاحب مدظلہم العالی

منجملہ ارشادات : حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

کتابت : ———— قاضی نثار النبی

ناشر : ———— یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائدِ اعظم - لاہور

اشاعت اوّل : ———— جمادی الثانی سنہ ۱۴۲۴ھ بمطابق اگست سنہ ۲۰۰۳ء

ملنے کے پتے

لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر - شاہراہ قائدِ اعظم - لاہور پوسٹ کوڈ نمبر: 54000

پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور پوسٹ کوڈ: 54920

فون: 042-6861584 - 6551774

نگران اشاعت ڈاکٹر **عبد المقیم** خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

رہائش 32 راجپوت بلاک نفیر آباد، باغبانپورہ، لاہور فون: 042-6861584 - 042-6551774

Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
اسباب الغفلہ	
تمہید	
طاعت سے غفلت کے اسباب	
قاعدہ کلیہ	
مال واولاد میں درجاتِ اعمال	
حصولِ مال کے لئے کی جانے والی کوتاہیاں	
ترکِ تقلید پر سلبِ ایمان کا اندیشہ	
غیر مقلدین کے نفس کی مثال	
خرچ میں بے احتیاطی	
نام ونمود کے لئے خرچ کرنے پر وعید	
حرام آمدنی پر آمادہ کرنے والی	
سبق آموز حکایت	
عورتوں میں حرص کا مادہ	
حفاظتِ مال میں عورتوں کی کوتاہی	
خاوند کا مال بلا اجازت خرچ کرنا جائز نہیں۔	

صفحہ	عنوان
	اپنے مال کو خرچ کرنے میں بھی شوہر سے مشورہ کرنا بہتر ہے۔
	شادی کے لئے لڑکی کا معیارِ انتخاب
	شادی کے موقع پر بے جا اخراجات
	ہندو بننے کی حکایت
	کتاب اِصلاح الرسوم
	عورتیں مردوں کو حرام آمدنی سے روک سکتی ہیں۔
	اولاد کی بداخلاقی کے اسباب
	ترک نماز کے لئے عورتوں کا بے جا عذر
	نمازی بننے کی آسان تدبیر
	اولاد کی خاطر کی جانے والی کوتاہیاں
	آیت کی تفسیر

چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دم بدم ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
دفعتاً اک روز یہ جائے گا تھم سانس ہے اک رہرِو[1] ملک[2] عدم

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

[1] مسافر [2] آخرت

مراد آباد مسجد محلہ پیر غیب	کہاں ہوا	این
۲۵ صفر سنہ ۱۳۳۱ھ بعد عصر	کب ہوا	متی
ایک گھنٹہ ۱۵ منٹ	کتنی دیر ہوا	کم
مسودہ اجمالی میں لکھا نہیں	کیونکر ہوا	کیف
طبقہ نسواں کی اصلاح کے لئے ان کی درخواست سے	کیوں ہوا	لم
اموال واولاد کی محبت میں پڑکر خدائے تعالیٰ کے ذکر وطاعت سے غافل نہ ہونا چاہیئے	کیا مضمون تھا	ماذا
مستورات کے لئے خصوصًا	کس طبقہ کو زیادہ مفید تھا	ای شان من
مولانا سعید احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسودہ اجمالی لکھا اور ان کے برادر خورد ظفر احمد تھانوی عفا اللہ عنہ نے تفصیل کی۔[1]	کس نے ضبط کیا	من ضبط
مسودہ اجمالی میں تعداد مرقوم نہیں	سامعین کی تخمینی تعداد	المستمعون
تبیض تفصیلی ۸ جمادی الاولیٰ سنہ ۴۳ھ روز شنبہ کو شروع ہوئی ۱۲ ظ	متفرقات	الاشتات

[1] حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ فرمایا۔ ان کے بھانجے مولانا سعید احمد تھانوی نے اجمالی مسودہ لکھا۔ دوسرے بھانجے مولانا کے چھوٹے بھائی علامہ ظفر احمد تھانوی نے تفصیل کی۔ مولانا سعید احمد تھانوی کی بیٹی رشیدہ خاتون جو حضرت تھانوی کی ربیبہ تھیں، ان کے بیٹے خلیل احمد تھانوی نے حاشیہ لکھا۔ اس وعظ میں قرآن پاک کے اس حکم "والحقنا بھم ذریتھم" کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے آخرت میں بھی سب کو اس طرح ایک جگہ جمع کر دے اس حاشیہ کا ثواب والدہ صاحبہ کو اللہ پاک عطا فرمائیں۔ آمین ۱۲ خ
۲۵ ربیع الاول سنہ ۱۴۲۴ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وعظ مسمّٰی بہ

اسبابُ الغفلہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ط

(یعنی اے ایمان والو! تم کو تمھارے مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی یاد اور اطاعت سے غافل نہ کرنے پاویں اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں) آیت ۹، سورہ المنٰفقون پارہ ۲۸

تمہید

قبل اِس کے کہ اِس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جائے اتنا سُن لینا ضروری ہے کہ اس وقت کے بیان سے زیادہ تر مستورات[1] کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے اور چونکہ مستورات درسیات[2] کم پڑھتی ہیں یا بالکل نہیں پڑھتیں نیز ان کو اہلِ علم کی صحبت بہت کم میسّر ہوتی ہے۔ اِس لئے ان کا فہم[3] سادہ ہوتا ہے تو اُن کی رعایت سے اِس وقت مضامین بھی سادہ بیان کئے جائیں گے پس ممکن ہے کہ اِس وقت کے بیان میں اہلِ علم کو حظ[4] نہ حاصل ہو سکے اور حظ[5] مقصود بھی نہیں۔ دیکھئے دَوا سے تحصیل حظ کا کون قصد[6] کیا کرتا ہے بلکہ دَوا سے اصل مقصود صحت ہوتی ہے گو وہ کیسی ہی بدمزہ ہو مگر مقصود میں معین[7] و مُفید ہونے کی وجہ سے گوارا کی جاتی ہے اسی طرح وعظ بھی اِصلاحِ نفس کے لئے بمنزلہ دَوا کے ہے اس میں بھی حظ مقصود نہ ہونا چاہیئے اور نہ بیان کرنے والے کو اس کا اہتمام کرنا چاہیئے ہاں اگر مقصود میں خلل[8] نہ ہو تو ایسے مضامین علمی کا بھی درمیان میں بیان کر دینے میں مضائقہ[9] نہیں جن سے اہلِ علم کو حظ حاصل ہو جیسے اطبّاء بھی دَوا کے ساتھ مصری[10] یا شربت ملا دیا کرتے ہیں تاکہ طبیعت اس کو سہولت سے قبول کر لے لیکن اِس وقت چونکہ مستورات مخاطب ہیں اور زیادہ ان کو نفع پہنچانا ہے اور ان کو مضامین علمیہ سے دلچسپی یا حظ حاصل نہیں

---

[1] عورتوں [2] نصابی کتابیں کم پڑھتی ہیں [3] کم سمجھ ہوتی ہیں [4] لطف نہ آئے [5] مزہ مقصود بھی نہیں ہوتا [6] کوئی آدمی دَوا مزہ کے لئے نہیں کھاتا [7] صحت جو کہ مقصود ہے دوا اس کے حصول میں مددگار ہے اس لئے بدمزہ بھی برداشت کی جاتی ہے۔ [8] خرابی واقع نہ ہو [9] حرج نہیں [10] چینی

ہوتا اس لئے مضامین علمیہ کو قصداً[1] بچایا جائے گا ہاں استطراداً اور تبعاً[2] کوئی بات آجائے تو ممکن ہے گو اس وقت جو کچھ بھی بیان ہو گا وہ ایسے مضامین نہ ہوں گے جن سے مَردوں کو نفع نہ ہو ان کو بھی ان سے نفع ضرور ہو گا اور کم سے کم یہی نفع ہو گا کہ وُہ یہ مضامین وقتاً فوقتاً اپنی مستورات[3] کو سُنا سکیں اور بتلا سکیں لیکن چونکہ روئے سخن[4] زیادہ تر مستورات ہی کی طرف ہو گا اس لئے میں نے پہلے سے مَردوں کو متنبہ[5] کر دیا کہ اِس وقت کے بیان میں ان کے مذاق کی رعایت نہ ہوگی بلکہ مستورات کے مذاق و فہم کی زیادہ رعایت ہوگی کیونکہ شاید کسی کو مضامین علمیہ کا انتظار ہو تو وہ اس انتظار میں نہ رہے بلکہ محض مقصود پر نظر رکھے

طاعت سے غفلت کے اسباب

اِس تمہید کے بعد اب بیان شروع کرتا ہوں گو اِس وقت زیادہ تفصیل کا موقعہ نہیں کیونکہ وقت بہت تنگ ہے عصر کے بعد سے مغرب ہی تک بیان کرنے کا ارادہ ہے اور ظاہر ہے کہ اِس قلیل[6] وقت میں زیادہ تفصیل نہیں ہو سکتی اِس لئے اِس وقت اختصار کو ملحوظ رکھ کر صرف مضامین کثیر الوقوع بطور[7] قواعد کلیہ کے بیان کئے جائیں گے جزئیات[8] کا احاطہ اوّل تو ویسے بھی مشکل ہے پھر وقت زیادہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس وقت مجھ کو ایک خاص حالت مذمومہ[9] کے متعلق گفتگو کرنا ہے جس میں عموماً ہم سب مُبتلا ہیں اور خصوصاً مستورات

---

[1] ارادۃً [2] خود بخود اور ضمنی طور پر [3] عورتوں [4] مخاطب اس وقت چونکہ عورتیں ہیں [5] آگاہ کر دیا۔ [6] تھوڑے وقت میں [7] وقت کی کمی کا لحاظ کر کے مختصراً انداز میں ایسے مضامین بیان کئے جائیں جو قاعدہ کلیہ کی حیثیت کے حامل ہوں گے۔ [8] تمام جزئیات کو بیان کرنا مشکل ہے [9] بُری حالت۔

کو اس کی زیادہ نوبت پیش آتی ہے چنانچہ ترجمہ آیت ہی سے اس خاص حالت کا پتہ چل جائے گا کہ اس حالت مذمومہ میں ابتلاء[1] عام ہے یا نہیں اِس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے مُسلمانوں کو مال واولاد کی وجہ سے غفلت میں پڑ جانے سے منع فرمایا ہے اور اس بات پر آگاہ فرمایا ہے کہ جو لوگ ان چیزوں کی وجہ سے غفلت میں پڑ جائیں گے وہ خسارہ[2] میں ہیں۔ اب آپ اپنی حالت میں غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ معصیت[3] کا زیادہ سبب اکثر مال واولاد ہی کا تعلق ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ اسی سے روکتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ مال واولاد تمُھارے لئے ذکر اللہ سے غفلت[4] کا سبب ہو جائیں۔ یہاں ذکر اللہ سے مُراد طاعۃ اللہ[5] ہے چونکہ طاعات کی وضع[6] ذکر اللہ ہی کے لیئے ہے اِس لئے ذکر بول کر طاعت مُراد لے لی جاتی ہے (اور اس کنایہ[7] میں نکتہ یہ ہے کہ جس طرح معصیت کا سبب غفلت ہے جس پر لَا تُلْهِكُمْ (تم کو غافل نہ کرے) اور غفلت کا سبب دُنیا کے ساتھ قلب[8] کا تعلق ہونا ہے جس پر اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ (تمُھارے مال اور اولاد) دلالت[9] کر رہا ہے جس سے مُراد مجموعہ دُنیا ہے اور ان دونوں کی تخصیص[10] لفظی کی یہ وجہ ہے کہ یہ دونوں دُنیا کے اعظم[11] افراد ہیں اِسی طرح طاعت کے بجائے ذِکر اللہ کہنے میں اس پر دلالت ہے کہ طاعات کا سبب غفلت کا مقابل ہے یعنی ذکر اور ذکر کا سبب خدا تعالیٰ کے ساتھ

---

[1] اس بُری عادت میں عام لوگ مبتلا ہیں یا نہیں [2] نقصان [3] گُناہ [4] لاپرواہی [5] اللہ تعالےٰ کے حکم سے کی جانے والی عبادت [6] عبادات مقرر ہی ذکر اللہ کے لئے کی گئی ہیں [7] اشارۃً اس بات کو ذکر کرنے میں یہ نکتہ ہے [8] دِل [9] نشاندہی کر رہا ہے [10] مال اور اولاد کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ ہے۔ [11] بڑے فرد ہیں۔

دِل کا متعلق ہونا ہے جس پر اضافت ذکر الیٰ[1] اللہ سے دلالت ہو رہی ہے ۱۲ جامع) تو اس سے یہ بات مفہوم[2] ہوتی ہے کہ مال و اولاد اکثر طاعت سے غفلت کا سبب ہوا کرتے ہیں اور جب طاعت سے غفلت ہوگی تو وُہ معصیت[3] ہوگی نتیجہ یہ نکلا کہ معصیت کا زیادہ سبب مال و اولاد کا تعلق ہے اور جب یہ زیادہ تر معصیت کا سبب تھے جبھی تو حق تعالےٰ نے ان کی وجہ سے غفلت میں پڑنے کی ممانعت فرمائی کیونکہ حق تعالیٰ حکیم ہیں اور حکیم کا کوئی کلام حشو[4] و زائد نہیں ہوتا پس دُنیا بھر کی چیزوں میں سے اموال[5] و اولاد کو خاص طور پر ذکر فرمانا اِس کی صاف دلیل ہے کہ ان دونوں کو غفلت عَنِ الطَّاعات[6] یعنی صدورِ[7] معاصی میں زیادہ دخل ہے۔

قاعِدہ کلیہ

دوسرے قاعدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ و رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کلام میں تصریح[8] کے ساتھ ممانعت اُسی چیز سے ہوتی ہے جس میں ابتلائے زیادہ ہو جو کثیرُ الوقوع[9] ہو اور جس میں ابتلائے نہ ہو نہ اس کا وقوع[10] زیادہ ہو اس سے بالتصریح[11] ممانعت نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اس سے تصریح کے ساتھ ممانعت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی مثلاً شریعت میں شراب پینے کی تو ممانعت نہیں ہے کیونکہ شرب خمر

---

[1] ذکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف کرنے سے یہ بات سمجھ آرہی ہے [2] سمجھ میں آتی ہے۔ [3] گُناہ [4] بیکار [5] مال اور اولاد [6] عبادات سے لاپرواہی [7] گُناہوں کے ارتکاب [8] واضح طور پر اس چیز سے روکا جاتا ہے۔ [9] جس میں زیادہ لوگ مبتلا ہوتے ہوں اور جو اکثر واقع ہوتی ہو [10] جس میں نہ لوگ مُبتلا ہوں نہ اکثر واقع ہو [11] واضح طور پر

میں ابتلاء[1] کی کثرت تھی اور شرب[2] بول میں کوئی مبتلا نہ تھا اس لئے اوّل سے صراحۃً منع کیا گیا اور دوسرے سے صراحۃً[3] منع نہیں کیا گیا پس کسی چیز سے صراحۃً ممانعت کرنا اس کی دلیل ہے کہ یہ کثیر الوقوع[4] ہے تو حق تعالےٰ کا اموال و اولاد کی وجہ سے غفلت میں پڑنے کی ممانعت فرمانا ہے اس کی دلیل ہے کہ یہ زیادہ تر معصیت کا سبب ہوتے ہیں خود کلام اللہ بھی اس کو بتلا رہا ہے اور مشاہدہ بھی چنانچہ اپنی حالت میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مال و اولاد کی وجہ سے کتنے گناہ ہوتے ہیں۔

مال و اولاد میں درجات اعمال

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مال میں عمل کے ۲ دو مرتبے ہیں ایک درجہ حاصل کرنے کا اور ایک محفوظ رکھنے کا اسی طرح اولاد میں بھی یہ ۲ دو مرتبے ہیں ایک اولاد حاصل کرنے کا۔ دوسرے اُن کی حفاظت کا اور ایک تیسرا مرتبہ اور ہے لیکن یہ مرتبہ اموال و اولاد دونوں کے لئے جدا جدا ہے پہلے دو مرتبوں کی طرح مشترک نہیں ہے چنانچہ مال میں تو تیسرا مرتبہ صرف[5] کرنے کا ہے اور اولاد میں تیسرا مرتبہ اُن کے لئے آئندہ کی فکر کرنے کا ہے غرض تین ۳ درجے عمل کے مال میں ہیں اور تین ۳ درجے اولاد میں ہیں۔ مال میں تو تین عمل یہ ہیں، مال کا پیدا کرنا۔ مال کی حفاظت کرنا۔ مال کا صرف کرنا اور اولاد میں تین درجے عمل کے یہ ہیں اولاد کا حاصل

---

[1] شراب نوشی میں زیادہ لوگ مبتلا تھے [2] پیشاب پینے میں [3] پہلے سے واضح طور پر روکا گیا دوسرے سے واضح طور پر نہیں روکا۔ [4] اکثر واقع ہوتی ہے۔ [5] خرچ کرنے کا۔

کرنا پھر اُس کی حفاظت کرنا پھر اُس کے لیے آئندہ کی فکر کرنا۔ توکُل چھ[6] مرتبے ہوئے جو کہ حقیقت میں اعمال کے درجے ہیں اب اِن چھ[6] مرتبوں میں بہت مختصر انداز سے اپنی حالت کو دیکھ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اِن میں ہمارا برتاؤ[1] کیا ہے اور ان میں ہم کتنے گناہوں کا ارتکاب[2] کرتے ہیں مثلاً مال میں تین مرتبے تھے ایک حاصل کرنا۔ دوسرے حفاظت کرنا۔ تیسرے صَرف کرنا۔

حصولِ مال کے لئے کی جانے والی کوتاہیاں

اب دیکھئے یہ مال کتنے ناچ نچاتا ہے سب سے اوّل مرتبہ مال حاصِل کرنے کا ہے۔ اسی کو دیکھئے کہ اِس میں کس قدر بے احتیاطیاں ہوتی ہیں جب کوئی یہ نیّت کر لیتا ہے کہ اتنا مال اپنے پاس آنا چاہیئے پھر حرام و حلال کی تمیز بہت مشکِل ہے پھر جیسا بھی کچھ ہو احتیاط نہیں کرتا۔ مَیں اپنی حالت کہتا ہوں کہ مَیں نے اکثر احوال میں ہدیہ لینے کے لئے کچھ شرائط و قواعد مقرر کر رکھے ہیں مثلاً پہلی مُلاقات میں ہدیہ نہیں لیتا اور جب تک خلوص و محبّت کا عِلم نہ ہو جائے اُس وقت تک نہیں لیتا اور ان سب کے بعد یہ قاعدہ کر رکھا ہے کہ کسی سے اُس کی ایک دِن کی آمدنی سے زیادہ نہیں لیتا۔ مثلاً کسی کی تیس[30] روپے ماہوار آمدنی ہے تو اُس سے ایک دفعہ میں ایک روپیہ سے زیادہ نہیں لیتا اور ایک دفعہ کے بعد دوسرے ہدیہ میں ایک ماہ کا فصل[3] ضروری کر دیا ہے تاکہ کوئی ایک مہینہ میں ایک دِن کی آمدنی سے زیادہ نہ دے سکے لیکن جب کوئی ضرورت پیش

---

[1] ہمارا عمل کیا ہے [2] کتنے گناہوں میں مُبتلا ہوتے ہیں [3] ایک مہینہ تک پھر نہیں لیتے۔

آتی ہے اور کوئی خاص مقدار رقم کی اس کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے تو پھر آنکھ بند کر کے لے لیا جاتا ہے اس وقت یہ قواعد و شرائط ملحوظ[1] نہیں رہتے افسوس تو یہ ہے کہ بعض اوقات اپنی ذات کو بھی اِس رقم سے کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا بلکہ کسی دوسرے ہی کی نیت سے کچھ رقم جمع کرنا مقصود[2] ہوتا ہے اس میں بھی احتیاط نہیں کی جاتی مثلاً کسی نیک کام کے لئے رقم جمع کی جائے اور تجویز کر لیا جاتے کہ اس کے واسطے اتنی رقم جمع ہونا چاہیئے تو اب حلال و حرام کی کچھ پروا نہیں ہوتی غضب[3] یہ کہ جو لوگ اپنی ذات کے واسطے لینے میں احتیاط کرتے ہیں وہ بھی نیک کاموں کے واسطے لینے میں احتیاط نہیں کرتے چنانچہ اب کے چندۂ بلقان[4] میں مَیں نے دیکھا ہے کہ جو محتاط لوگ رنڈی[5] بھڑووں[6] کا روپیہ کبھی نہ لیتے تھے اُنھوں نے اس چندہ میں ان کا روپیہ بلاتامل[6] لے لیا۔ اِسی طرح مدرسوں اور انجمنوں کے چندوں میں کوئی بندۂ خدا ہو گا جو احتیاط کرتا ہو گا ورنہ مشکل ہے اِس میں محتاط لوگ بھی یوں سمجھتے ہیں کہ اَپنے لِئے تو احتیاط کرنا ممکن ہے کیونکہ اس میں احتیاط کرنے سے اگر آمدنی کم ہوتی تو اپنی ذات پر تھوڑی دقت[7] برداشت کرلیں گے کہ ایک وقت کھایا دوسرے وقت نہ کھایا لباس عمدہ نہ پہنا گھٹیا ہی پہن لیا مگر یہاں مدرسوں اور انجمنوں کے چندہ میں یا ترکوں[8] کے چندہ میں احتیاط

---

[1] ان شرطوں کا خیال نہیں رکھا جاتا [2] جمع کرنے کا ارادہ ہوتا ہے۔ [3] ستم یہ ہے کہ [4] جنگ بلقان کے موقع پر مجاہدین کے لِئے جو چندہ کیا گیا [5] طوائفوں اور گانے بجانے والے [6] بلاتردّد [7] پریشانی [8] تُرکی حکومت کی اِمداد کے لیے جو چندہ کیا جا رہا ہے۔

کیسے کریں یہاں تو دس ہزار کا پورا ہونا ضروری ہے اس سے کم میں کام ہی نہیں چل سکتا اور اتنی بڑی رقم تو اسی طرح پوری ہو سکتی ہے کہ جہاں سے جو ملے لے لیا جائے۔ پھر نفس یوں سمجھاتا ہے کہ یہ تو خدا تعالیٰ کا کام ہے ہمارا ذاتی کام تھوڑا ہی ہے اس میں تھوڑی سی چشم پوشی[1] بھی کر لی جائے تو کچھ حرج نہیں واقعی مولویوں کا نفس بھی مولوی ہوتا ہے اور درویشوں کا نفس درویش تو وہ یوں ان کو تاویلیں[2] بتا دیتا ہے حالانکہ یہ بڑی غلطی ہے کیونکہ اپنے نفس کے لئے گناہ کرنے میں مقصود تو کچھ حاصل ہو جاتا ہے کم از کم اپنے پاس روپیہ ہی آتا ہے اور دین کے کام میں گناہ کرنے سے تو مقصود بھی حاصل نہیں ہوتا کیونکہ دین کے کام سے تو رضائے حق تعالیٰ ہی مقصود ہے، سو معصیت[3] میں وہ کہاں اور روپیہ اپنے کو نہ ملنا تو ظاہر ہی ہے کیونکہ وہ دوسروں کو پہنچ گیا بس تم خواہ مخواہ بیچ میں خالی ہاتھ بھی رہے اور گناہ میں بھی مبتلا ہوئے تو ایسے کام میں تو اور بھی زیادہ احتیاط کرنا چاہیئے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جب ہم جیسوں کو خدا تعالیٰ کے کام میں تحصیل[4] مال کے لئے اتنی وسعت[5] ہو جاتی ہے اور اس میں ہم سے اتنی بے احتیاطیاں ہوتی ہیں، جہاں اپنے کو کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا تو جہاں اپنے نفس کے لئے مال حاصل کرنا مقصود ہو وہاں تو کس قدر بے احتیاطیاں ہوں گی کیونکہ وہاں تو مال سے اپنے آپ کو بھی نفع حاصل ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اپنا کام نکالنے کے لئے تو کچھ بھی حلال و حرام کی پروا نہ کی جائے گی بالخصوص جبکہ صرف کام نکالنا ہی

---

[1] صرف نظر کر لیا جائے۔ [2] حیلے بہانے [3] گناہ [4] مال حاصل کرنے کے لئے [5] گنجائش

مقصود نہ ہو بلکہ کچھ جمع کرنا بھی منظور ہو اب تو بے احتیاطیوں کا دروازہ بہت ہی وسیع[1] ہو گا ہاں اگر کسی کو مال جمع کرنے کی پروا نہ ہو تو البتہ وہ احتیاط کر سکتا ہے چنانچہ دینداروں میں تو بفضلہٖ تعالیٰ ایسے بہت ہیں جن کو مال جمع کرنے کی پروا نہیں ہوتی مگر دُنیاداروں میں ایسے بہت کم ہیں اُن کی تو ہر وقت یہی نیّت ہوتی ہے کہ اتنا سرمایہ جمع ہونا چاہیئے اتنی جائداد ہونی چاہیئے پھر اس کے لِئے نہ سود و رشوت سے دریغ[2] ہوتا ہے نہ قرض لے کر مار لینے سے نہ قرض لے کر انکار کرنے سے نہ بہنوں کا حق دبانے سے نہ کسی کی زمین غصب[3] کر لینے سے غرض پھر وہ طرح طرح کے گُناہ مال جمع کرنے کے لِئے کرتے ہیں اور حلال و حرام کی کچھ تمیز[4] نہیں رہتی یہ تو حاصل کرنے کا حال تھا۔

اَب آ گے رہ گیا حفاظت کرنا تو مال کی حفاظت تو پوری پوری جب ہوتی ہے کہ نہ زکوٰۃ دے نہ صدقہ فِطر دے نہ کسی کو اللہ تعالےٰ کے واسطے کچھ دے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی سائل[5] کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ واقعی محتاج ہے لیکن محض اِس لِئے نہیں دیتے کہ مال کم ہو جائے گا بعض لوگ زیور میں زکوٰۃ نہیں دیتے حالانکہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک زیور میں زکوٰۃ واجب ہے مگر اس میں لوگوں نے دوسرے مجتہدوں[6] کی آڑ پکڑ لی ہے ان کے نزدیک واجب نہیں سو خوب سمجھ لو کہ محض حظ نفس[7] کے

---

[1] کشادہ [2] نہ سُود لینے سے احتراز ہو گا [3] دبا لینے سے [4] حلال حرام میں کچھ فرق نہیں رہتا [5] مانگنے والے [6] آئمہ مجتہدین [7] اپنے نفس کی خوشی کی خاطر

لئے کسی دوسری امام کا مذہب اختیار کرلینا یہ دین نہیں بلکہ اتباعِ نفس[1] اور تلاعب بالدین ہے۔ (یعنی دین کو کھیل بنانا ہے ۱۲)

ترک تقلید پر سلبِ ایمان کا اندیشہ

علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بُزرگ کا قول لکھا ہے کہ اُن کے سامنے ایک شخص نے کسی عالم کا واقعہ بیان کیا جو حنفی تھے کہ اُنھوں نے ایک محدّث کو اُس کی لڑکی کے نکاح کا پیام دیا تو اُس نے کہا کہ مَیں پیام منظور کرسکتا ہوں مگر تم حنفی اور مَیں محدثین کے طریقہ پر ہوں اِس طرح نباہ نہیں ہوگا اگر تم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو ترک کرکے محدثین کا مذہب اختیار کرلو تو پھر مجھے کچھ عُذر نہ ہوگا چنانچہ اُس عالم نے اِس شرط کو مان لیا اور نکاح ہوگیا سائل[2] نے اُن بزرگ سے پُوچھا کہ اِس صُورت میں ترک تقلید[3] جائز تھی فرمایا مجھے اندیشہ[4] ہے کہ مرتے وقت اُس شخص کا ایمان نہ سَلب[5] ہوجائے کیونکہ جس مذہب کو یہ اَب تک حق سمجھے ہوئے تھا اور حق سمجھ کر ہی اُس کی تقلید کرتا تھا اُس کو محض ایک ہوائے نفس کے لئے ترک کردیا ہے اس کا ایمان بچنا بہت مُشکل ہے اِعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ (اِس سے ہم کو اللہ تعالٰے پناہ میں رکھے)

(اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْحَوْرِ بَعْدَ الْکَوْرِ وَمِنَ الْعَمٰی بَعْدَ الْبَصَرِ وَمِنَ الضَّلَالَۃِ بَعْدَ الْھُدٰی اٰمین ۱۲)

۱؎ اپنے نفس کی پیروی ۲؎ پوچھنے والے نے ۳؎ اپنے امام کے مذہب کو چھوڑنا کیا جائز تھا ۴؎ خدشہ ۵؎ مرتے وقت کہیں ایمان سے نہ محروم ہوجاتے ۶؎ نفسانی خواہش کے لئے چھوڑدیا۔

(اے اللہ! ہم پناہ مانگتے ہیں آپ سے نقصان سے کمال کے بعد نابینائی سے بینائی کے بعد گمراہی سے بعد ہدایت کے اے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما)

اسی طرح بعض لوگوں نے محض اپنا مال بچانے کے لئے زیور کے مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب لے لیا ہے اس میں تو شافعی ہو گئے پھر دوسری جگہ اگر کہیں اڑ گڑے[1] میں پھنسے تو وہاں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول لے لیتے ہیں اس وقت حنفی بن جاتے ہیں۔

غیر مقلدین کے نفس کی مثال

تو ان کا نفس ایسا ہے جیسے شُتر مُرغ کہ صورت میں اونٹ کے بھی مُشابہ ہے اور پَر دار ہونے کی وجہ سے پرندہ بھی ہے اب اگر کوئی اُونٹ سمجھ کر اس پر بوجھ لادنا چاہے تو اپنے کو پرندہ کہتا ہے اور اس طرح جان بچاتا ہے اور اگر کوئی پرندہ سمجھ کر یہ کہے کہ ذرا اوپر کو اُڑ کر دکھا تو کہتا ہے مَیں تو اونٹ ہوں بھلا کہیں اونٹ بھی اُڑا کرتا ہے۔ حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اسی کو کہتے ہیں۔

چوں شُتر مُرغے شناس ایں نفس را   نے کشد بار و نہ پرد بر ہوا

(شُتر مُرغ کی طرح اس نفس کو سمجھ لو نہ بُوجھ اُٹھاتے اور نہ ہوا پر اُڑے)

گر بپر گوئیش گوید اشترم   ور نہی بارش بگوید طائرم

(اگر اس سے کہو اُڑ تو کہتا ہے کہ میں اونٹ ہوں اور اگر بوجھ رکھو تو کہتا ہے مَیں پرندہ ہوں۔

---

[1] کسی معاملے میں پھنس جانا

تو واقعی نفس کی یہی کیفیت ہے کہ یہ اپنے اوپر بات ہی آنے نہیں دیتا۔ بس کبھی کچھ بن گیا کبھی کچھ بن گیا بعضوں کا نفس تو دُنیا کے پردہ میں ایسی چالاکیاں کرتا ہے اور بعض دین کی آڑ میں یہ حرکتیں ہیں بس کسی سے سُن لیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیور میں زکوٰۃ نہیں تو وہ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے شافعی بن گئے یہ تو دینداروں کا حال ہے جو خلافِ شرع کام کرنے سے اپنے نزدیک بہت بچتے ہیں اور جہاں اس کی ضرورت نہیں وہاں تو اس کی کچھ پروا نہیں ان کی طرف سے چاہے کسی مذہب میں جائز ہو یا ناجائز ہو سب برابر ہے ان کو تو اپنے کام سے کام تو یہ حفاظت مال میں ہمارا برتاؤ ہے۔

خرچ میں بے احتیاطی

اب تیسرا مرتبہ رہا صَرف[1] کرنے کا اِس میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہمارا مال ہے جہاں ہم چاہیں اُڑائیں مگر یہ اس کی غلطی ہے انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ حق تعالےٰ کا ہے جس میں وہ محض امین[2] ہے کہ جہاں خُدا تعالےٰ کی اَجازت ہو وہیں صَرف کرنے کا اختیار ہے اور جہاں ممانعت[3] ہے وہاں اس کو ہرگز اختیار صَرف نہیں ہے اب سمجھو کہ بعض جگہ صَرف کرنا گُناہ بھی ہے جیسے ناچ رنگ میں اور تفاخر[4] کی رسموں میں مگر بہت لوگ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ کمانے میں تو احتیاط کی ضرورت ہے لیکن خرچ کرنے میں کیا ضرورت ہے اس خیال کا منشا[5] یہی

---

[1] خرچ کرنے کا [2] اس کی حیثیت صرف ایک امانت دار کی سی ہے [3] جہاں منع کیا گیا ہے وہاں خرچ کرنے کی اِجازت نہیں۔ [4] ایک دوسرے پر بڑائی جتانانے کے لئے خرچ کرنا [5] وجہ

ہے کہ انسان اَپنے کو صرف کرنے میں خود مختار سمجھتا ہے جس کا غلط ہونا ابھی معلوم ہو چکا اور اس غلط خیال کے بعد بعض کو تو خرچ کرنے میں یہاں تک وسعت[۱] ہے کہ ناچ و رنگ میں بھی صَرف کرنے سے باک[۲] نہیں کرتے اور بعض اتنی وسعت تو نہیں کرتے وہ ناچ و رنگ میں مال خرچ کرنے کو بُرا سمجھتے ہیں لیکن رسوم[۳] فخر میں صَرف کرنے سے ان کو بھی باک نہیں جن سے غرض صَرف یہی ہوتی ہے کہ نام ہو اَور افسوس یہ ہے کہ بعض دیندار[۴] و مقتدا بھی ان رسوم میں روپیہ صَرف کرنے کو بُرا نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ اس میں حرج[۵] کیا ہے کھلانا اور پلانا اور برادری کو جمع کر کے دعوت دینا کیوں ناجائز ہو گیا۔ مَیں کہتا ہوں کہ جناب ذرا اس کی غرض تو دیکھئے لوگوں کی نیّت پر تو نظر کیجئے کہ اس دعوت اور دھوم دھام میں نیّت کیا ہوتی ہے نیّت صرف تفاخر[۶] اور ریا[۷] ہی کی ہوتی ہے کہ ہمارا نام ہو، لوگ کہیں کہ بڑے حوصلہ کا آدمی ہے اور جب یہ نیّت ہے تو بتلایئے کہ یہ افعال کہاں جائز رہے کیونکہ مباحات[۸] کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ فی نفسہٖ جائز ہیں لیکن اگر ان کو بُری نیّت سے کیا جائے تو ناجائز ہو جاتے ہیں۔

نام و نمود کے لئے خرچ کرنے پر وعید

مگر افسوس اَب تو یہ بات بھی لوگوں کے سمجھ میں نہیں آتی کہ نام[۹] و نمود کا قصد[۱۰] کرنا کوئی بُرا کام ہے اس میں گفتگو اور بحث کی جاتی ہے جس کی وجہ یہ ہے

---

[۱] گنجائش [۲] عار نہیں [۳] ایسی رسموں میں جن سے اپنی بڑائی ظاہر ہو خرچ کرنے سے ان کو بھی عار نہیں۔ [۴] بعض نیک اور قابلِ تقلید [۵] نقصان کیا ہے [۶] بڑائی [۷] دکھاوا [۸] جو چیزیں اور کام جائز ہیں ان کا اصول یہ ہے۔ [۹] ناموری اور نمائش [۱۰] اِرادہ

کہ لوگوں کو علمِ دین کی خبر نہیں حدیث و قرآن کو پڑھتے نہیں اور پڑھتے ہیں وہ اکثر سمجھتے نہیں حدیث کو دیکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ اَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ الذُّلِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

یعنی جو کوئی شہرت اور نام کے لیئے کپڑا پہنے گا اللہ تعالیٰ اس کو لباسِ ذلّت پہنائیں گے (قیامت کے دِن)

حالانکہ کپڑے میں کچھ زیادہ خرچ بھی نہیں ہوتا مگر شہرت کے لیئے اتنا خرچ کرنا بھی جائز نہیں پھر جہاں اِسی غرض کے لیئے ہزاروں پر پانی پھر جائے وہ رسمیں کیسے جائز ہو سکتی ہیں (یہ وعید تو نام[1] و نمود کا قصد کرنے والے کے لیئے ہے جس سے ان رسموں میں روپیہ برباد کرنے کا عدمِ جواز[2] ظاہر ہے اور اسی سے دوسروں کے لیئے بھی ان رسموں کی شرکت کا ناجائز ہونا معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ وہ مُعِیْنِ عَلَی الْمَعْصِیَتِ (گناہ پر امداد کرنے والا) ہیں اگر لوگ ایسی رسموں میں شرکت نہ کریں تو کسی کو ان میں روپیہ برباد کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے دوسری ایک حدیث میں شرکت کرنے والوں کے لیئے بھی صاف ممانعت وارد ہے حدیث میں ہے کہ

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِيَيْنِ اَنْ يُّؤْكَلَ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ مَرْفُوْعًا وَقَالَ مُحِيُّ السُّنَّةِ وَالصَّحِيْحُ مُرْسَلٌ وَالْمُتَبَارِيَانِ الْمُتَفَاخِرَانِ

---

[1] ناموری اور نمائش [2] جائز نہ ہونا۔

بِالطَّعَامِ قَالَ الْخَطَّابِیُّ وَاِنَّمَا کُرِہَ ذٰلِکَ لِمَا فِیْہِ مِنَ الرِّیَاءِ وَالْمُبَاھَاۃِ وَلِاَنَّہٗ دَاخِلٌ فِیْ جُمْلَۃِ مَا نُھِیَ عَنْہُ مِنْ اَکْلِ الْمَالِ بِالْبَاطِلِ اھ کَذَا فِیْ عَوْنِ الْمَعْبُوْدِ ص ۴۰۲ ج ۳۔

یعنی رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایسے دو شخصوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جو باہم فخر کے لیئے کھانا کھلاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ممانعت کی علّت فخر و ریا[1] کے سوا کچھ نہیں تو ایسی تقریبات کی شرکت اس سے صراحۃً[2] ممنوع ہو گئی جن میں دعوت وغیرہ سے فخر و ریاء کا قصد ہو۔

قَالَ الْاِمَامُ الشَّعْرَانِیُّ فِی الْعُھُوْدِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ اُخِذَ عَلَیْنَا الْعَھْدُ الْعَامُّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا نَتَخَلَّفَ عَنِ الْاِجَابَۃِ اِلَی الْوَلَائِمِ اِلَّا بِعُذْرٍ شَرْعِیٍّ اِلٰی اَنْ قَالَ وَمِنْ عُذْرِنَا فِیْ تَرْکِ الْاَکْلِ وُجُوْدُ شُبْھَۃٍ فِی الطَّعَامِ اَوْ عَدَمُ صَلَاحِ النِّیَّۃِ فِیْ عَمَلِہٖ ثُمَّ ذَکَرَ الْحَدِیْثَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِیَیْنِ اَنْ یُّؤْکَلَ اھ (ص ۳۱۹)

(یعنی امام شعرانی نے عہود محمدّیہ میں فرمایا ہے کہ ہم سے جناب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جانب سے عہدِ عام لیا گیا ہے بلا عذر شرعی ولیموں کی دعوت قبول کرنے سے تخلّف[3] نہ کریں ولیموں کے کھانا ترک کرنے میں عذر شرعی یہ ہے کہ ان کھانوں میں شُبہ ہو یا

---

[1] اس منع کرنے کی وجہ سوائے بڑائی اور دکھاوے کے کچھ نہیں [2] واضح طور پر [3] انکار نہ کریں

کھلانے والے کی نیّت درست نہ ہو پھر امام موصوف نے یہ حدیث ذکر کی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایسے دو شخصوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جو باہم فخر کے لئے کھانا کھلاتے ہوں۔)

نام اور نمود[1] اور ریاء کا بُرا ہونا کون نہیں جانتا تو اگر ان رسومات میں اور بھی کچھ خرابی نہ ہو تو یہ کیا کچھ کم خرابی ہے کہ ان میں لوگوں کی نیّت درست نہیں ہوتی اور اگر کسی کو خود ان کی بُرائی محسوس نہ ہو تو ہمارے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نام و نمود اور ریاء کے لئے کوئی کام کرنے سے منع فرمایا ہے یہ تو ایک نیّت کی خرابی تھی پھر ان رسوم کے واسطے جو سودی قرض لیا جاتا ہے اور بے موقع اسراف[2] کیا جاتا ہے یہ گُناہ الگ رہے اور یہ تو عام اور مشترک واقعات تھے۔

حرام آمدنی پر آمادہ کرنے والی

اَب میں خاص عورتوں کو خطاب کرتا ہوں کہ ذرا وہ بھی دیکھ لیں کہ مال حاصل کرنے میں وہ کیا کیا کچھ گناہ کرتی ہیں۔ عورتیں خود تو کمانے کے قابل نہیں ہیں مگر کمانے والوں کو گُناہوں میں زیادہ تر یہی مُبتلا کرتی ہیں اُن کے مُنہ میں یہ زبان ایسی ہے کہ مردوں سے سب کچھ کرا لیتی ہے بس اُنھوں نے پہلے سے نیّت باندھ لی کہ ایک جوڑا ایسا بڑا بھاری اپنے پاس ہونا چاہیئے اَب وہ مزدور گھر میں آیا یعنی شوہر اور اُنھوں نے فرمائش کی اور کہنے کا طریقہ ان کو ایسا آتا ہے کہ مَرد کے دِل میں بات

---

[1] ناموری اور دکھاوے [2] فضول خرچ

گھستی چلی جاتی ہے اب وہ ان کی فرمائش پوری کرنے کے لئے رشوت ستانی اور ظلم سب کچھ کرتا ہے کیونکہ حلال آمدنی میں اتنی گنجائش کہاں جو عورتوں کی فرمائشیں پوری ہوسکیں پس ظاہر میں تو عورتوں کے پاس یہ بات کہنے کو ہے کہ ہم تو کمانے کے قابل نہیں ہیں مرد کماتے ہیں اور کمانے میں جو کچھ گناہ ہوتا ہے وہ مردوں ہی کے ذمہ ہے مگر اس کی خبر نہیں کہ مردوں کو حرام کمائی پر مجبور کون کرتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ زیادہ تر عورتوں کی فرمائشیں ہی مردوں کو حرام آمدنی اور رشوت ستانی وغیرہ پر مجبور کرتی ہیں پس مردوں کے ان سب گناہوں کا سبب یہی ہیں اِس لِئے یہ بھی اس گناہ سے بچ نہیں سکتیں اور میں مردوں کو متنبہ[1] کرتا ہوں کہ عورتوں کی فرمائشوں کا زیادہ تر سبب ان کا باہم ملنا جلنا ہے جب یہ محفلوں میں جمع ہوتی ہیں تو ایک دوسرے کو دیکھ کر حرص[2] کرتی ہیں کہ کاش! میرے پاس بھی فلانی جیسا زیور اور کپڑا ہو۔

سبق آموز حکایت

میں نے ایک کورٹ انسپکٹر کو دیکھا ہے کہ ان کی تنخواہ چار سو پانچ سو روپے تھی مگر ابتداء میں ان کی یہ حالت تھی کہ اپنی تنخواہ کا زیادہ حصہ اپنے غریب عزیزوں پر صَرف[3] کرتے تھے بہت سے محتاجوں کی انھوں نے ماہوار تنخواہیں مقرر کر رکھی تھیں اور اپنے اوپر بہت کم خرچ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے گھر میں کھانا پکانے والی کوئی ماما[4] بھی نہ تھی بی بی اپنے ہاتھ سے گھر کا سارا کام کرتی تھی نہ بیوی کے پاس

---

[1] آگاہ کرتا ہوں [2] لالچ [3] خرچ کرتے تھے [4] نوکرانی

کچھ زیور تھا نہ بڑھیا کپڑے[1] تھے بیچاری اپنے ہاتھ سے آٹا تک پیستی تھی آخر ان کی بدلی سہارن پور ہوئی اور ایک سرشتہ دار[2] کے پاس کرایہ کا مکان لیا۔ کچھ دنوں تو وہ اسی حال میں رہے جس میں پہلے سے تھے پھر ایک دن سرشتہ دار صاحب کے گھر والوں نے فرمائش کی کورٹ انسپکٹر صاحب کی بیوی ہمارے پاس بہت دنوں سے رہتی ہیں ہمارا ان سے ملنے کو جی چاہتا ہے اوّل تو اُنھوں نے اپنی بی بی کے بھیجنے سے انکار کیا مگر اصرار کے بعد بھیجنا پڑا اُس نے یہاں دیکھا کہ سرشتہ دار صاحب کی بی بی اور بچیّاں سر سے پیر تک سونے کے زیوروں میں لدی ہوئی ہیں اور گھر میں فرش فروش اور ساز و سامان بہت کچھ ہے کھانا پکانے والیاں ایک چھوڑ دو تین نوکر ہیں اور بی بی صاحبہ کوئی کام اپنے ہاتھ سے نہیں کرتیں بس بیٹھی بیٹھی سب پر حکومت کرتی ہیں اب اس کی آنکھیں کھلیں کہ تنخواہ تو سرشتہ دار صاحب کی میرے میاں سے کم اور پھر ان کے یہاں ایسی اُجگری (رونق) ہے اور میرے میاں کی اتنی بڑی تنخواہ اور میرے اوپر نِیستی[3] برستی ہے وہاں سے آتے ہی اس نے کورٹ انسپکٹر صاحب پر برسنا شروع کیا کہ تم مجھ کو بہت تنگ رکھتے ہو تم سے کم تنخواہ والوں کی بیبیاں مجھ سے اچھی حالت میں ہیں اور میں اس مصیبت میں ہوں مجھ سے کھانا نہیں پکایا جاتا نہ میں آٹا پیسوں گی، پکانے والی نوکر رکھو اور مجھے بھی زیور اور لباس عمدہ بنا کر دو جیسا سرشتہ دار صاحب کی بی بی کا ہے آخر بیچارے مجبور ہوئے اور سب کچھ کرنا پڑا۔ واقعی شیخِ کامل کی صُحبت ایسی ہوتی

---

[1] عمدہ کپڑے [2] ایک عدالتی عہدہ دار [3] نحوست طاری ہے۔

ہے کہ ایک منٹ میں اپنا اثر دکھا دے تو یہ عورتیں اس بارہ میں شیخ کامِل ہیں کہ ذرا سی دیر میں دوسروں کو اپنا سا بنا لیتی ہیں اس کے بعد وہ مجھ سے الٰہ آباد ملے تھے کہنے لگے جناب شیخ کامل کی تھوڑی دیر کی صُحبت کا وہ اثر ہوا کہ میری سالہا سال کی صُحبت کا اثر دم بھر میں زائل ہو گیا اب نہ وہ خیرات رہی نہ صدقات رہے ساری تنخواہ گھر ہی میں خرچ ہو جاتی ہے اور پھر بھی پورا نہیں ہوتا بس رات دن زیوروں کی فرمائش ہے اور کپڑوں برتنوں کا رونا ہے چنانچہ آج کل مکان بنانے کی فرمائش کے پورا کرنے میں مشغول ہوں اسی واسطے میں رائے دیتا ہوں کہ عورتوں کو آپس میں ملنے نہ دیا کرو۔ خربوزہ سے دوسرا خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔

نخست موعظت پیر صحبت ایں سخن ست
کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید

(پہلی نصیحت پیر کی یہ ہے کہ ناجنس کی مصاحبت سے احتراز کرو۔

عورتوں میں حرص کا مادہ

بلکہ پاس رہنے کی بھی ضرورت نہیں ایک خربز دوسرے خربز[2] کو دیکھ کر ہی رنگ پکڑ لیتا ہے ان عورتوں کی نگاہ ایسی تیز ہوتی ہے کہ خُدا کی پناہ کہیں محفل میں جائیں گی تو ذرا سی دیر میں سب کے زیور اور لباس پر فوراً نظر پڑ جائے

---

[1] ایک منٹ میں ختم ہو گیا [2] ایک خربوزہ دوسرے خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑ لیتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ایک عورت دوسری عورت کو دیکھ کر اس کے رنگ میں ڈھل جاتی ہے۔

گی اگر دس بیس مرد ایک جگہ بیٹھیں تو وہاں سے اُٹھ کر ایک دوسرے کا لباس نہیں بتلا سکتے کہ کون کیسا کپڑا پہن رہا تھا کون کیسا مگر عورتیں پانچ سو بھی ہوں تو ہر ایک کو دوسری کی پوری حالت گلے اور کان تک کا زیور سب معلوم ہو جاتا ہے کچھ تو دیکھنے والے کی نگاہ تیز ہوتی ہے پھر کچھ دوسری بھی دِکھلانے کا اہتمام کرتی ہے ہاتھ پاؤں کا زیور تو ہر ایک کو خود ہی نظر آجاتا ہے اس کے دِکھلانے میں تو اہتمام کی ضرورت نہیں البتہ گلے اور کان کا زیور ڈوپٹہ کی وجہ سے چُھپا ہوتا ہے تو اس کے لئے کبھی کان کھجلانے کے بہانہ سے ڈوپٹہ کو سرکایا جاتا ہے کبھی گرمی کے بہانہ سے گلا کھولا جاتا ہے تاکہ سب دیکھ لیں کہ ان کے کانوں میں اتنے زیور ہیں اور گلے میں اتنے۔ اب یہ سب کے زیور اور کپڑے دیکھ بھال کر گھر آئیں تو خاوند کو پریشان کرنا شروع کیا کہ ہمیں بھی ایسا ہی بنا کر دو اور غضب یہ کہ اگر وہ زیور جو دوسری کے پاس دیکھا ہے اپنے پاس بھی ہو لیکن دوسرے نمونہ کا ہو تب بھی پریشان کرتی ہیں کہ یہ بھدّا[1] بنا ہوا ہے فلانی کا نمونہ اچھا ہے ویسا بنوا دو اب اگر خاوند ہزار کہے کہ اس میں پہلی گھڑائی[2] کا نقصان ہے اور دوسری گھڑائی[3] خواہ مخواہ ذرا سے نمونہ کے واسطے دینی پڑے گی تو ایک نہیں سنیں گی حالانکہ عقلاء نے زیور کی تجویز اس لئے نکالی ہے کہ یہ نقد کی قید[4] ہے کہ اِس سے رقم محفوظ ہو جاتی ہے یعنی مثلاً اگر ہم کو کسی وقت چار آنہ کی ضرورت ہو تو اس کے لِئے

---

[1] بُرا بنا ہوا ہے۔ [2] زیور بنوائی [3] دوسری زیور بنوائی بلا وجہ دینی پڑے گی [4] عقلاء اصل میں زیور بنانے کو اس لِئے کہتے تھے کہ اس طرح روپیہ محفوظ ہو جاتے تاکہ خرچ فوری نہ ہو سکے۔

روپیہ تو توڑ الیں گے مگر پانچ سو کی چوڑیوں کو فروخت نہیں کر سکتے تو روپیہ اکثر جمع نہیں رہ سکتا اور زیور سے رقم محفوظ ہو جاتی ہے یہ ہے اصلی غرض زیور سے یہی وجہ ہے کہ قصبات[1] میں زیور زیادہ ہوتا ہے کیونکہ دیہاتی لوگ بنک وغیرہ میں رکھنا نہیں جانتے اور جب یہ غرض ہے تو اس کا خوبصورت اور بدصورت ہونا کیسا بلکہ اس غرض کے لئے تو اور بھدّا[2] بنوا کر پہننا چاہیئے تاکہ کسی کی نگاہ اس پر نہ اُٹھے اور کوئی لاگو[3] نہ ہو جائے اور اگر بھدّا بھی نہ ہو تو خیر پہلی دفعہ خوبصورت بنوا لو پھر جیسا بن جائے اسی پر اکتفا کرو بار بار توڑ پھوڑ میں علاوہ گھڑائی ضائع ہونے کے خود سونا بھی ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ سنار ہر دفعہ میں کچھ نہ کچھ کھوٹ ضرور ملاتے ہیں جس سے دو تین دفعہ میں زیور کی مالیت آدھی رہ جاتی ہے مگر عورتوں کی بلا سے وہ جانتی ہیں کہ مرد[4] دور سب لا لا کر دے گا جو چاہے فرمائش کر لو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مجبوراً خاوند کو رشوت لینی پڑتی ہے تو اکثر رشوت لینے کا سبب یہ عورتیں ہی ہوتی ہیں تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ کمانے میں سارا گناہ مرد ہی کو ہوتا ہے بلکہ یہ بھی اس کے ساتھ عذاب بھگتیں گی۔ عورتوں میں ایک یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب مرد سفر سے آئے تو اس کی لیاقت[5] یہ ہے کہ ان کے واسطے کچھ سوغات[6] لے کر ضرور آئے اور جو رقم دے گیا تھا اس کا حساب کتاب کچھ نہ لے اور اگر کوئی مرد لیتا ہو کہ میں اتنا دے گیا تھا وہ کہاں خرچ ہو گیا تو اس پر فتویٰ لگتا ہے کہ یہ

---

[1] چھوٹے شہروں [2] بے ڈھنگ بنوا کر پہنے [3] اور کوئی اس کو حاصل کرنے کے پیچھے نہ پڑ جائے۔
[4] یعنی شوہر [5] سمجھداری [6] تحفہ

مرد بہت بُرا ہے۔ ذرا ذرا سی چیز کا حساب لیتا ہے بس ان کے یہاں سب سے اچھا وہ ہے جو بالکل زن مرید ہو کہ جو بیوی نے کہا فوراً پورا کر دیا اور رقم دے کر کچھ نہ پوچھے کہ تم نے کہاں خرچ کیا اور یہ ساری خرابی حُبِّ[1] مال کی بدولت ہے جو عورتوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ تو آمدنی کے متعلق ان کے گناہ تھے

حفاظتِ مال میں عورتوں کی کوتاہی

اَب رہے حفاظت کے متعلق سو ان کی تفصیل یہ ہے کہ اوّل تو اکثر عورتیں زکوٰۃ نہیں دیتیں کیونکہ روپیہ خرچ ہو گا بعض دفعہ زیور کی زکوٰۃ نہ مرد دیتا ہے نہ عورت، مرد کہہ دیتا ہے کہ زیور عورت کا ہے اور عورت کہہ دیتی ہے کہ زیور مرد کا ہے مَیں کیوں زکوٰۃ دوں جس کا مال ہے وہ خود دے۔ مگر اس بہانہ سے خُدا تعالیٰ کے یہاں نہیں چھوٹ سکتے آخر دونوں میں سے کسی کا تو ہے ہی بس اُسی کے ذمّہ زکوٰۃ ہے اور اگر دونوں کا ہے تو ہر ایک اپنے اپنے حصّہ کی زکوٰۃ ادا کرے (اور اگر واقعی نہ اِس کا ہے نہ اُس کا تو پھر یہ مال خُدا تعالیٰ کا ہی اس کو وقف کے مصارف[2] میں کسی مسجد یا مدرسہ میں لگا دینا چاہیئے یا غریبوں کو بانٹ دینا چاہیئے) اور بعضی عورتیں مرد سے چُھپا کر روپیہ جوڑا کرتی ہیں اِس خیال سے کہ شاید مرد پہلے مر جائے تو یہ رقم بعد میں میرے کام آئے گی اب اگر اس کو مثلاً چالیس روپیہ ماہوار دیئے گئے

---

[1] مال سے محبّت ہونے کی وجہ سے ہے [2] جہاں وقف کی رقم خرچ کی جاتی ہے یعنی مسجد و مدرسہ

تو اُس میں سے بنیؔس خرچ کرتی ہیں اور بنیؔس کو اُٹھا کر جمع رکھتی ہیں (پھر اگر اتفاق سے مرد پہلے مر گیا تو یہ جمع خالص انہی کے پاس رہتی ہے اس کی کسی کو خبر نہیں کرتیں۔ یاد رکھو یہ ناجائز ہے اگر کچھ جمع کرنا ہو تو مرد کو اس کی اطلاع کر دو اور اس سے یہ رقم اپنے واسطے مرض موت سے پہلے ہبہ کرالو اس طرح تو یہ رقم تمہاری مِلک ہو جائے گی ورنہ اُس میں سب وارثوں کا حق ہے اور تنہا عورت کو اس کا مالک بننا حرام ہے[۱۲])

خاوند کا مال بلا اجازت خرچ کرنا جائز نہیں

بعضی عورتیں رقمیں جوڑ جوڑ کر خاوند سے چھُپا کر اپنے گھر والوں کو بھُرا[۱] کرتی ہیں کسی بہانہ سے باپ کو دے دیا کسی بہانہ سے ماں بہن کو دے دیا یہ بھی سخت گُناہ ہے۔ مرد کے مال میں عورت کے عزیزوں کا شرعاً کوئی حق نہیں اگر ان کو دینا ہو تو مرد سے پُوچھ کر دینا چاہیئے اور اگر تم پوچھو گی تو مرد ایسے عالی حوصلہ ہوتے ہیں کہ ضرورت کے موافق دلانے سے اکثر انکار نہ کریں گے۔ خاوند جو مال عورت کو بالکل بطور ملک کے دے ڈالے اس میں سے بلا اجازت صرف کرنا تو عورتوں کو جائز ہے اور جو مال اس کو ہبہ نہ کرے بلکہ گھر کے خرچ کے واسطے دے یا جمع کرنے کے لئے دے اس میں سے بلا اجازت صَرف کرنا ہرگز جائز نہیں حتیٰ کہ سائل[۲] کو دینا بھی جائز نہیں (ہاں اگر اس نے اجازت دے رکھی ہو کہ تھوڑا بہت سائلوں کو دے

---

[۱] دیتی ہیں [۲] مانگنے والے فقیر کو

دیا کرو تو اُس وقت اتنی مقدار کا دینا جائز ہے جو عرفاً[1] سائلوں کو دی جایا کرتی ہے ۱۲) مَیں نے دیکھا ہے کہ عورتیں چندہ کے بارے میں بہت سخی ہوتی ہیں جہاں اُنھوں نے صدقہ کے فضائل کسی کے وعظ میں سُنے اور زیور نکالنا شروع کیا تو یاد رکھو جو زیور خاص تمھاری مِلک ہو اس میں سے دینے کا تو مضائقہ نہیں مگر جو زیور شوہر نے محض پہننے کے لئے دیا ہو اس کو چندہ میں دینا بدوں[2] خاوند کی اجازت کے جائز نہیں مگر عورتیں اس باب میں بہت سخی ہیں اور لینے والے بھی اس کی پروا نہیں کرتے بلکہ قصداً عورتوں میں اِس لئے وعظ کہتے ہیں تاکہ زیور وصول ہو۔ مَیں نے اَب کی مرتبہ اپنے یہاں جو مستورات میں چندۂ[3] بلقان کے لئے وعظ کہا تو یہ کہہ دیا تھا کہ عورتوں سے زیور نہ لیں گے اور اگر کوئی مرد زیور لایا تو اُس میں خُوب کھود کرید کی کہ یہ زیور تُمھاری مِلک ہے یا بیوی کی اور اگر بیوی کی مِلک ہے تو اُس نے خوشی سے دیا ہے یا تُمھارے کہنے سے اور اگر اُس نے از خود دیا ہے تو تُمھاری بھی رائے ہے یا نہیں جب اچھی طرح معلوم ہو جاتا کہ میاں بی بی دونوں کی رضامندی سے دیا جا رہا ہے اُس وقت قبول کیا جاتا۔ عورتیں بعض اوقات خاوند کے مال میں تصرف کرتے ہوئے یہ سمجھتی ہیں کہ وُہ اجازت دے دے گا اور بعض دفعہ وہ خاموش ہو بھی جاتا ہے مگر بعض مرتبہ خوب خفا[4] ہوتا ہے اور میاں بی بی میں اچھی طرح تُو تُو مَیں مَیں ہو بھی جاتی ہے۔ کان پور میں

---

[1] عام طور پر [2] بغیر شوہر کی اجازت [3] جنگ بلقان میں مسلمان مُجاہدین کی مدد کے لئے چندہ کرنے کے واسطے جو وعظ کہا۔ [4] ناراض

ایک دفعہ کسی بی بی نے مُراد آبادی حُقّہ ایک مدرسہ کے جلسہ میں عاریۃً[1] دے دیا خاوند نے بے حد سختی کی۔ غرض جب تک اجازت صراحۃً نہ ہو یا ظن[2] غالب نہ ہو اس وقت تک عورتوں کو چندہ میں کچھ نہ دینا چاہیئے اور یہ تو اُس صورت میں تفصیل ہے کہ خاوند کا مال دیا جائے

عورت کے لئے اپنے مال کو خرچ کرنے میں بھی شوہر سے مشورہ کرنا بہتر ہے

اور اگر خاص عورت ہی کا مال ہو تو گو اُس میں اجازت خاوند کی ضرورت نہیں مگر اس سے مشورہ کر لینا ضرور چاہیئے۔ نسائی[ع] میں ایک حدیث ہے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجُوْزُ لِامْرَأَةٍ هِبَةٌ فِيْ مَالِهَا اِذَا مَلَكَ عِصْمَتَهَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا اھ

یعنی رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ نکاح کے بعد عورت کو اپنے مال میں ہبہ کرنا بدون اجازت زوج کے جائز نہیں۔

اس میں بعض عُلماء نے اضافت بادنیٰ ملابست[3] مانی ہے اور مَالِهَا سے مراد مالِ زواج لیا ہے لیکن اگر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کو اس

---

[1] عارضی طور پر استعمال کو [2] غالب گمان [3] چونکہ شوہر کا مال عورت کے پاس رہتا ہے اس نسبت کی وجہ سے اِس کو اس کا مال کہا

[ع] ص۱۴۰ جلد ۲۔ قلت والحديث قال فيه البيهقي اسناده ال عمرو بن شعيب صحيح فمن اثبت حديث عمرو بن شعيب لزمه اثبات هذا كذا نقله السندي وعمرو بن شعيب عن ابيه عن جده مجتمع به عند اكثر المحدثين الترمذي وحسنه الباقون ۱۲ ظ

پر محمول کیا جائے کہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اگر یہ اپنے مال میں خود مختار ہوں گی تو نہ معلوم کہاں کہاں روپیہ برباد کریں گی اِس لئے آپ ناقص العقل[1] طبقہ کو حکم فرماتے ہیں کہ تم اپنے مال میں بھی جو تصرف کرو اس میں اپنے مرد سے مشورہ کرلیا کرو تو یہ بات جی[2] کو لگتی ہے اور اس میں بڑی مصلحت[3] یہ ہے کہ اس طرح برتاؤ کرنے میں میاں بی بی میں اتحاد بڑھتا ہے اور مرد کو عورت سے محبّت زیادہ ہوتی ہے کہ اس کو مجھ سے اتنا تعلق ہے کہ اپنے مال میں بھی کوئی کام بغیر میرے مشورہ کے نہیں کرتی اور اگر عورت اپنی جمع کو الگ رکھ کر اس میں اپنی رائے سے تصرف کرے تو اس صورت میں ایک قسم کی اجنبیت معلوم ہوتی ہے اِس وجہ سے میرے نزدیک حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور مالھا سے مالِ زوج مراد لینے کی ضرورت نہیں۔

(قُلتُ قَالَ السَّندِی فِی تَعلِیقِہٖ عَلَی النِّسا وَھُوَ عِندَ اَکثَرِ العُلَمَاءِ عَلٰی مَعنٰی حُسنِ المُعَاشَرَۃِ وَاستِطَابَۃِ نَفسِ الزَّوجِ وَاَخَذَ مَالِکٌ بِظَاھِرِہٖ فِی مَا زَادَ عَلَی الثُّلُثِ ۱۲)۔

(میں کہتا ہوں کہ سندی نے اپنی تعلیق میں کہا ہے علی النساء عورتوں پر اور یہ ہی اکثر علماء کے نزدیک ہے حُسنِ معاشرت اور شوہر کو خوش رکھنے کی وجہ سے اور مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تہائی سے زائد میں اپنے ظاہری معنی پر محمول کیا)

تو جب اس تفسیر کی بناء پر عورت کو اپنے مال میں بھی مرد سے مشورہ لینے کی

---

[1] اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کے یہ معنی لئے جائیں کہ عورتوں میں عقل کم ہے۔ [2] کم عقل [3] دِل کو [4] فائدہ

ضرورت ہے تو شوہر کے مال میں تو کیسے ضرورت نہ ہوگی البتہ اگر کوئی ایسی معمولی چیز ہو جس میں غالب احتمال اجازت کا ہو تو خیر اور یہ بھی سائلوں کو دینے کے متعلق ہے جب معمولی چیز دینے کے متعلق بھی اتنی احتیاط شرط ہے کہ غالب ظن اجازت کا ہو تو بھلا باپ ماں اور بہن بھائی کا گھر بھرنے کی اجازت کب ہوگی کیونکہ ان کو تو معمولی چیزیں نہیں دی جاتیں ان کو ایک روٹی یا روٹی کا ٹکڑا کون دیتا ہے وہاں تو نقد روپے یا کپڑوں کے جوڑے بھیجے جاتے ہیں جس میں غالب ظن یہ ہے کہ خاوند کو اطلاع ہو تو شاید اُسے ناگوار ہو اور اسی وجہ سے اپنے عزیزوں کو عورتیں خفیہ خفیہ بھرتی ہیں اور خاوند کو ذرا بھی خبر نہیں ہونے دیتیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ غریب جتنا کچھ کماتا ہے سب دوسروں کو لگ جاتا ہے

شادی کے لئے لڑکی کا معیارِ انتخاب

اسی وجہ سے پہلے تو عقلاء کی یہ رائے تھی کہ غریب کی لڑکی سے شادی کرنا چاہیئے مگر ان واقعات کی وجہ سے اب بہت لوگوں کی رائے یہ ہے کہ غریب کی لڑکی ہرگز نہ لینی چاہیئے کیونکہ وہ اپنے ماں باپ کو غریب دیکھ کر شوہر کا سارا مال لگا دیتی ہے۔ خیر میں تو یہ رائے نہیں دیتا لیکن مجھ کو بتلانا یہ ہے کہ عورتوں کی بد احتیاطی کی وجہ سے یہ نوبت پہنچ گئی کہ اب بہت سے عقلاء غریب کی لڑکی لینے کو بُرا سمجھنے لگے میری رائے تو یہ ہے کہ آدمی اپنے برابر کی لڑکی سے شادی کرے کیونکہ اگر اپنے سے زیادہ امیر کی لڑکی

سے نکاح کیا تو گو وہ حریص[1] نہ ہوگی نہ اپنے گھر والوں کو بھرے گی مگر بد دماغ ہوگی اور شوہر کی اس کی نگاہ میں کچھ قدر نہ ہوگی اور غریب کی لڑکی سے کیا تو وہ حریص بھی ہوگی ہر ایک چیز کو دیکھ کر اس کی رال ٹپکے گی اور اپنے عزیزوں کو بھی بھرے گی۔ خیر یہ بات تو تجربہ کے متعلق ہے میرا مطلب یہ ہے کہ عورتیں مال کے صَرف کرنے میں ایسی بے احتیاطیاں کرتی ہیں جن کی وجہ سے عقلاء کو یہ سوچ پیدا ہوگئی کہ امیر کی لڑکی لینا چاہیئے یا غریب کی یا اپنے برابر کی اور بڑا گُر عورتوں کو فضول خرچی[2] سے روکنے کا یہ ہے کہ مال اور زیور پر ان کو قبضہ نہ دیا جائے بس ضرورت کے موافق تھوڑا سا روپیہ ان کو دے دیا جائے باقی کو مرد اپنے قبضہ میں رکھے اِسی طرح زیور اتنا دیا جائے جِس سے اس کا ناک کان ڈھک جاوے باقی سب شوہر کو اپنے پاس رکھنا چاہیئے (جب کبھی ضرورت پہننے کی ہو دے دیا جائے اور اس کے بعد پھر واپس لے کر رکھ لیا جائے اِس طرح کرنے میں وہ فضول خرچی نہ کرسکیں گی نہ چرا کر کِسی کو دے سکیں گی پھر چاہے غریب کی لڑکی سے بیاہ کرو یا امیر کی لڑکی سے کِسی سے کچھ خطرہ نہ ہوگا ۱۲)

شادی کے موقع پر بے جا اخراجات

ایک بیجا خرچ جو عورتوں اور مردوں سب کی شرکت سے ہوتا ہے بیاہ شادی کا خرچ ہے گو یہ ہوتا ہے سب کی شرکت سے مگر

---

[1] لالچی [2] فضول خرچ

اس میں بھی امام اور مقتدا عورتیں ہی ہیں مردوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ شادی کے متعلق کیا کیا خرچ ہوتے ہیں۔ بس عورتوں سے پُوچھ پُوچھ کر سب کچھ کیا جاتا ہے اس میں یہی حاکم ہوتی ہیں بھلا کیا مجال جوان کی منشاء[1] کے خلاف کچھ بھی ہوسکے میں نے کانپور میں دیکھا ہے کہ ایک صاحب کے یہاں بارات آئی مگر جب تک بیوی نے اجازت نہ دی اس وقت تک بارات کو ٹھہرا نہیں سکے۔ مردوں میں تواُن حضرت کی بڑی ذلّت ہوئی مگر وہ بی بی پھولی نہیں سماتی تھی کہ دیکھا ہماری اجازت کے بغیر بارات بھی نہ ٹھہر سکی پھر اس کے بعد شادی میں یہ عورتیں ایسے بے تُکے خرچ نکالتی ہیں جن سے مرد کا بیڑا[2] ہو جاتا ہے اور اگر کسی وقت شوہر کہتا بھی ہے کہ ذرا سنبھل کر دیکھ کر بھال کر خرچ کرو تو بیوی صاحبہ کہتی ہیں کہ بہت اچھا میرا کیا حرج ہے میں کفایت شعاری سے کام کرنے لگوں گی مگر پھر دیکھئے میں نہ جانوں کہیں برادری میں ناک کٹ جائے بس ناک کٹنے کے خوف سے مرد بھی خاموش ہو جاتے ہیں اور عورتیں اندھا دھند روپیہ برباد کرتی ہیں حالانکہ یہ محض اُن کا خیال ہی خیال ہے کہ سادگی کے ساتھ بیاہ کرنے سے ناک کٹتی ہے ہم نے تو یہ دیکھا ہے کہ سادگی میں کچھ بھی ناک نہیں کٹتی اور زیادہ دھوم دھام کرنے میں ہمیشہ کٹتی ہے حضرت مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیوہ لڑکی کی شادی اِس طرح کی تھی جیسے کنواری کی کرتے ہیں یہ وہ زمانہ تھا کہ بیوہ کے نکاح کو نک کٹی[3] سمجھتے تھے بعد نکاح کے مولانا نے نائی کو حکم

---

[1] مرضی [2] کباڑہ [3] بیوہ کا اگر نکاح ثانی کر دیا ناک کٹ جائے گی یعنی بے عزتی ہوگی۔

دیا کہ آئینہ تمام برادری کو دکھلا دے سب اپنی اپنی ناکوں کو دیکھ لیں کہ کٹیں تو نہیں تو اس رسمِ بد کی مخالفت سے مولانا کی عزّت میں کیا فرق آیا اور جو زیادہ تکلّفات کرتے ہیں اُن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس دھوم دھام کو دیکھ کر دوسرے مالداروں کے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے کہ یہ تو ہم سے بھی بڑھنے لگا اب وہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح انتظام میں کوئی عیب[1] نکالیں اگر کچھ بھی اِنتظام میں کمی رہ گئی تو پھر کیا ٹھکانا ہے ہر طرف اس کا چرچا سُن لیجئے کوئی کہتا ہے میاں کیا ہمیں تو حُقّہ بھی نصیب نہ ہوا۔ دوسرا کہتا ہے میاں ہمیں پان کے پتّہ سے بھی کسی نے نہ پوچھا۔ تیسرا کہتا ہے۔ میاں بھوکے مر گئے رات کو دو بجے کھانا نصیب ہوا جب انتظام نہیں ہو سکتا تھا تو اتنے آدمیوں کو بُلایا ہی کیوں تھا غرض اس کمبخت کا تو روپیہ برباد ہوا اور ان کی ناک بھی سیدھی نہ ہوئی بعض دفعہ حسد میں کوئی یہ حرکت کرتا ہے کہ پکتی دیگ میں ایسی چیز ڈال دیتا ہے جس سے کھانا خراب ہو جائے پھر اس کا ہر محفل میں چرچا ہوتا ہے اور اچھی طرح ناک کٹتی ہے اور اگر سارا انتظام عُمدگی سے بھی ہو گیا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی بُرا نہ کہے تو بھلا بھی نہیں کہتا۔

ہندو بنیے کی حکایت

انتظام عُمدگی سے بھی ہو گیا تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئی بُرا نہ کہے تو بھلا بھی نہیں کہتا حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ نے ایک مہاجن کی حکایت بیان فرمائی تھی کہ اس نے اپنی لڑکی کی شادی میں بہت دھوم دھام کی تھی اور سارا انتظام

---

[1] خرابی نکالیں۔

بہت اچھا کیا اور جب بارات رخصت ہونے لگی تو ہر باراتی کو ایک ایک اشرفی دی اور اپنے دل میں خیال کیا کہ آج سارے بارات والے میری ہی تعریف کرتے جائیں گے چنانچہ وہ اپنی تعریف سُننے کے لئے اس راستہ میں جس سے بارات گذرنے والی تھی ایک جھاڑ کی آڑ میں جا بیٹھا تھوڑی دیر میں بہلیاں[1] گذرنا شروع ہوئیں، پہلے ایک گذری پھر دوسری پھر تیسری مگر سب میں سناٹا[2] تھا کسی نے بھی لالہ جی کی تعریف میں ایک لفظ نہ کہا آخر اس طرح بہت بہلیاں[3] خاموشی کے ساتھ نکل گئیں۔ لالہ جی کو بڑا غصہ آیا کہ یہ لوگ بھی عجب نمک حرام ہیں (بلکہ اشرفی حرام کہنا چاہیئے ۱۲) کہ میں نے اتنا روپیہ ان پر خرچ کیا اور کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی تعریف کا نہ نکلا آخر اس نے تھک کر گھر لوٹنے کا ارادہ کیا تو اخیر کی بہلیوں میں سے ایک شخص کی آواز آئی جو دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ بھائی لالہ جی نے تو بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام کیا کہ ہر آدمی کو ایک ایک اشرفی دی، لالہ جی کی ذرا جان میں جان آئی کہ کچھ تو محنت وصول ہوئی دوسرا بولا اونہہ سُسرے[4] نے کیا کیا اس کے گھر میں تو اشرفیوں کے کوٹھے[5] بھرے ہوئے تھے اگر دو دو بانٹ دیتا تو اس کے یہاں کیا کمی آجاتی، سُسرے نے بانٹی بھی تو ایک ایک اشرفی۔ بس لالہ جی یہ جواب سُن کر اپنا سا مُنہ لے کے واپس چلے آئے تو صاحب کتنا ہی خرچ کیجئے نام کچھ بھی نہیں ہوتا اوّل تو حسد کی وجہ سے لوگ اُلٹا بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو یہ بھی نہ ہوا تو یہ ہوتا ہے جو لالہ جی

---

[1] بیل گاڑی میں سوار ہو کر لوگ جاتے تھے اس کو بہلی کہتے ہیں [2] خاموشی تھی [3] بہت سی سواریاں
[4] بے وقوف نے کیا احسان کیا [5] انبار لگے ہوتے ہیں

کے ساتھ کہ ایک ایک اشرفی بانٹی اور سُسرے ہی کہلائے اور یہ بھی نہ ہو تو یہ ہوتا ہے کہ جب کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ کہتے ہیں ۔ میاں کیا کیا جن کے پاس روپیہ ہوتا ہے وہ کیا ہی کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ جب اس قصّہ سے کچھ حاصل نہ وصول تو ان سب کو چھوڑ دینا چاہیئے اور یہ حال ہونا چاہیئے ۔

تَرَکْتُ اللّٰات وَالْعُزّٰی جَمِیعًا
کَذٰلِکَ یَفْعَلُ الرَّجُلُ الْبَصِیْرُ

(مَیں نے لاتؔ اور عزّٰیؔ دونوں کو چھوڑ دیا ۔ صاحبِ بصیرت آدمی ایسا ہی کرتا ہے ۔)

عورتوں میں ایک مرض یہ ہے کہ جب یہ شادی بیاہ کے خرچ مردوں کو بتلاتی ہیں اور خاوند پُوچھتا ہے کہ اتنا خرچ میں کہاں سے کروں مُجھ میں تو اتنی گنجائش نہیں ہے تو وہ کہتی ہیں قرضہ لے لو شادی کا قرضہ رہا نہیں کرتا سب اَدا ہو جاتا ہے ۔ خدا جانے یہ انھوں نے کہاں سے سمجھ رکھا ہے کہ شادی اور تعمیر کا قرضہ ادا ہو ہی جاتا ہے چاہے وہ سودی ہی قرضہ ہو اور چاہے خرچ بے تکا ہی ہو صاحب ہم نے تو ان قرضوں میں جائدادیں نیلام ہوتی دیکھی ہیں اور جب یہ نوبت پہنچ گئی تو اب لوگ خود بھی ان کی بُرائی کچھ سمجھ گئے ہیں مگر پھر بھی پوری عقل نہیں آئی ہنوز[2] بہت کچھ رسوم باقی ہیں یعنی گو آج کل شرک و بدعت کی رسمیں تو کم ہو گئیں لیکن تفاخر[3] کی رسمیں بڑھ گئی ہیں چنانچہ زیور اور لباس میں

---

[1] لات اور عزّٰی دو بتوں کے نام ہیں مشرکین مکّہ جن کی پوجا کرتے تھے [2] ابھی تک [3] ایک دوسرے پر بڑائی کا اظہار کرنے کی ۔

آج کل پہلے سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے پہلے تو سب سے بڑھیا کپڑا مشروع کا سمجھا جاتا تھا اور اب تو اطلس اور کمخواب اور زری اور ٹسر اور سرج وغیرہ نہ معلوم کتنی قسم کے کپڑے بڑھیا ایجاد ہو گئے ہیں۔ اِسی طرح برتنوں اور فرش و فروش[1] میں قسم قسم کے تکلّف پیدا ہو گئے ہیں پہلے تو یہ حالت تھی کہ اس قسم کی بڑھیا چیزیں کسی ایک دو شخص کے یہاں ہوتی تھیں۔ شادی بیاہ میں سب لوگ ان سے مانگ مانگ کر کام نکال لیا کرتے تھے۔ چنانچہ ہمارے یہاں ایک رئیس تھے ان کے یہاں ایک مراد آبادی حقّہ تھا اور ایک بڑا سا فرش تھا اور کسی کے یہاں یہ چیزیں نہ تھیں تو شادی بیاہ کے موقعہ پر ساری برادری میں وہ حقّہ اور فرش مانگا مانگا پھرتا تھا اور اب تو ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کے یہاں یہ چیزیں موجود ہیں آج کل ان تکلّفات میں بہت کچھ روپیہ برباد ہو رہا ہے اور دیکھئے اگرچہ اس زمانہ میں بہت سے علماء نے ان رسوم کو مٹانے کی کوشش کی ہے اور بہت لوگ سمجھ بھی گئے ہیں۔

کتاب اصلاح الرسوم

لیکن اب بھی بہت سے بھدی عقل کے ایسے موجود ہیں کہ ایک صاحب نے اِصلاح الرسوم سے یہ کام لیا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم تو بہت سی رسموں کو بھول گئے تھے۔ خدا تعالےٰ اِصلاح الرسوم کے مصنّف کا بھلا کرے کہ انھوں نے سب کو محفوظ کر دیا۔ اب ہم اِس کتاب کو دیکھ دیکھ کر سب رسمیں کر لیتے ہیں

[1] قالین دریاں وغیرہ

حالانکہ اس میں رسموں کی تردید کی گئی ہے اور سب کی خرابیاں دکھلائی گئی ہیں مگر ان حضرت نے اس سے یہ کام لیا اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص قرآن میں سے کفار کے اقوال چھانٹ لے مثلاً

اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ اور اَلْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۔ وَعُزَيْرُ بْنُ اللّٰهِ اور اِتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۔ اور مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ اور سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۔

(۱) اللہ تعالیٰ تین کا تیسرا ہے (۲) مسیح اللہ تعالےٰ کے بیٹے ہیں (۳) عزیر خدا تعالےٰ کے بیٹے ہیں (۴) خدا تعالیٰ صاحبِ اولاد ہے۔ (۵) اللہ تعالےٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا۔ عنقریب نازل کروں گا۔ مَیں مثل اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے) وغیرہ وغیرہ اور ان اقوال کی تردید جو قرآن میں کی گئی ہے اس کو چھوڑ دے اور یوں کہے کہ ہم کو قرآن سے بہت نفع ہوا کہ پہلے کفار کے اقوال ہم کو معلوم نہ تھے اب معلوم ہو گئے اور ایسے ایسے وظائف کفریہ ہاتھ لگ گئے تو بتلائیے اس شخص کی حماقت میں کوئی شک ہو سکتا ہے بس ایسا ہی نفع ان صاحب نے اِصلاح الرسوم[1] سے حاصل کیا ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ ابھی تک رسوم کی پوری اِصلاح نہیں ہوئی بلکہ ایسے ایسے عقلمند بھی موجود ہیں یہ وہ خرابیاں تھیں جو صرف مال میں ہوتی ہیں غرض مال میں ہمارے عمل کے تین درجے تھے ان میں جو خرابیاں مرد کرتے ہیں اور جو عورتیں کرتی ہیں وہ سب مَیں نے مختصراً بیان کر دی ہیں۔

---

[1] حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب جس میں لوگوں میں مروج رسموں کی بُرائی بیان کی گئی ہے۔

عورتیں مردوں کو حرام آمدنی سے روک سکتی ہیں

مگر اخیر میں اتنا اور کہتا ہوں کہ اگر عورتیں اس میں ذرا ہمت سے کام لیں تو بہت جلد یہ خرابیاں زائل[1] ہو سکتی ہیں اور زائل نہ ہوں تو کم تو ضرور ہو جائیں گی۔ کیونکہ میں نے بتلا دیا ہے کہ مرد زیادہ تر مال کے گناہ میں عورتوں ہی کی وجہ سے مُبتلا ہوتے ہیں اگر یہ ذرا ہمت کر کے زیور اور لباس کی فرمائشیں کم کر دیں اور مردوں سے کہہ دیں کہ ہماری وجہ سے حرام کمائی میں مُبتلا نہ ہونا تو پھر بہت کچھ اصلاح ہو جائے۔ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃُ اللہ علیہ کی صاحبزادی کا جب نکاح ہوا تو ان کے خاوند مولوی محمد ابراہیم صاحب اس وقت ڈپٹی نہ تھے تنخواہ بھی زیادہ نہ تھی اِس لئے بالائی آمدنی کی بھی کچھ احتیاط نہ تھی حضرت رحمۃُ اللہ علیہ کی صاحبزادی نے پہلے ہی دن ان سے صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے گھر اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گی جب تک بالائی آمدنی[2] سے تم توبہ نہ کرو گے۔ غرض ان اللہ کی بندی نے جاتے ہی خاوند سے توبہ کرائی اور عہد لیا کہ آیندہ سے رشوت کبھی نہ لی جائے۔ صاحبزادی صاحبہ کے متعلق ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ لڑکی بہت زاہدہ ہو گی حضرت حاجی صاحب ایامِ غدر میں ایک مرتبہ گنگوہ تشریف لائے تھے مولانا گنگوہی رحمۃُ اللہ علیہ اس وقت موجود نہ تھے حاجی صاحب نے قیام مولانا ہی کے یہاں فرمایا اور صاحبزادی صاحبہ کو بُلا کر

---

[1] دور ہو سکتی ہیں [2] اوپر کی آمدنی یعنی رشوت [3] نیک [4] جنگ آزادی کے زمانے میں

ایک روپیہ دیا اُنھوں نے لے کر اُسے حاجی صاحب کے پیروں میں ڈال دیا۔ حضرت نے پھر دیا انھوں نے پھر ایسا ہی کیا کئی دفعہ یہی قصہ ہوا اور اُنھوں نے نہیں لیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ لڑکی بہت زاہدہ ہوگی چنانچہ واقعی بہت زاہدہ ہیں ان کا ایک زہد تو یہی ہے کہ پہلے ہی دن خاوند کو رشوت سے روک دیا حالانکہ اس وقت عورت کو روپیہ کا لالچ ہوا کرتا ہے خصوصًا اس کو جسے ماں باپ کے یہاں بھی زیور کپڑا امیرانہ نہ دیا گیا ہو مگر باینہمہ[1] ان کو دُنیا کی مطلق حرص[2] نہ ہوئی بلکہ دین کا خیال غالب ہوا اسی طرح کاندھلہ میں ایک بی بی تھیں ان کے خاوند تحصیلدار تھے جن کے متعلق آبکاری[3] کا انتظام بھی تھا ان بی بی نے اپنے خاوند کی آمدنی کو ہاتھ تک نہیں لگایا نہ اس میں سے زیور بنایا نہ کپڑا اور کمال یہ کیا کہ مقام ملازمت پر رہنے کے زمانہ میں غلہ اور نمک اور ہر چیز اپنے میکہ سے منگاتی تھیں اور شرافت یہ کہ شوہر کو اطلاع تک نہیں کی کہ ان کو رنج نہ ہو۔ ہمارے ہاں ایک کاندھلہ کی بی بی تھیں۔ ان کے شوہر کے یہاں کچھ زمین رہن[4] تھی جس کی آمدنی وہ اپنے صرف میں لاتے تھے مگر اُن کی بی بی نے رہن کی آمدنی میں سے کبھی ایک حبّہ[5] بھی نہیں کھایا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ بعضی عورتیں مردوں سے بھی زیادہ مضبوط ہوتی ہیں اِس لئے جو عورتیں یہ کہتی ہیں کہ ہم مجبور ہیں جو خاوند لاتا ہے وہی کھانا پڑتا ہے یہ محض

۱؎ اس سب کے باوجود ۲؎ طمع ۳؎ زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی کا اِنتظام کرنا ۴؎ بطور زرِ ضمانت اپنی زمین دیکر روپیہ قرض لیا تھا کہ جب واپس دوں گا۔ زمین لے لوں گا۔ اس قسم کی زمین کی آمدنی کھانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ وہ سود بن جاتا ہے۔ اس زمین کی آمدنی کا حق دار وہی ہے جس کی زمین ہے وہ نہیں جس کے پاس رہن رکھی جاتی ہے۔ یہ مرض آج کل بھی بہت ہے ۵؎ دانہ

ان کے لچر[1] بہانے ہیں اگر یہ زیور اور کپڑوں کی فرمائش نہ کیا کریں تو بہت سے مرد تو خود ہی رشوت سے توبہ کرلیں اور اگر جو کوئی پھر بھی لے تو عورتیں ہمّت کر کے ان سے کہہ دیں کہ ہمارے پاس رشوت کا مال نہ لانا صرف حلال تنخواہ کا روپیہ لانا ورنہ آخرت میں ہم تمھارے دامنگیر ہوں گے۔ دیکھئے پھر مردوں کی کتنی جلدی اِصلاح ہوتی ہے میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے سُنا ہے کہ میری والدہ (صاحبہ مرحومہ) نے سارا زیور اُتار کر والد صاحب کے سامنے پھینک دیا تھا اور یہ فرمایا کہ یا تو اس کی زکوٰۃ دو ورنہ اس کو اپنے پاس رکھو میں نہ پہنوں گی آخر مجبور ہو کر والد صاحب نے سب کی زکوٰۃ دی جب وہ زیور پہنا۔ کیا ذرا عورتیں اِس طرح کر کے تو دیکھیں انشاءاللہ تعالیٰ خود بخود مردوں کی اصلاح ہو جائے گی کیونکہ جس طرح بعض دفعہ مرد سے عورت کی اِصلاح ہوتی ہے اِسی طرح عورت سے بھی مرد کی اِصلاح ہوتی ہے اور زوجہ صالحہ[2] تو وہی ہے جو مرد کو دین میں محتاط بنا دے نہ یہ کہ پہلے سے بھی زیادہ اور بے احتیاط بنا دے یہ گفتگو تو مال کے متعلق تھی۔

اولاد کی خواہش میں کی جانے والی بداعمالیاں

اَب دوسرا جز قابل بیان رہ گیا یعنی اولاد کے متعلق سو اولاد میں بھی عمل کے تین درجے ہیں اور ان میں بھی ہر درجہ میں ہم سے مختلف گُناہ ہوتے ہیں مختصر طور پر ان کو بھی سُن لیجئے۔ سب سے پہلے تو اولاد کے پیدا ہونے میں اکثر لوگوں کی اور

[1] کمزور بہانے [2] نیک بیوی

خصوصاً عورتوں کی یہ عادت ہے کہ کہیں منتر کراتی ہیں کہیں گنڈے اور اس کی بھی پروا نہیں کرتیں کہ یہ شریعت کے موافق ہے یا نہیں۔ اِس میں بعض عورتیں یہاں تک بیباک[1] ہیں کہ اگر کوئی ان سے یہ کہہ دے کہ تم فلانی کے بچّہ کو مار ڈالو تو تمھارے اولاد ہو جائے گی تو وہ اِس سے بھی دریغ نہیں کرتیں بعض دفعہ کِسی کے بچّہ پر (ہولی دیوالی کے دنوں میں) جادو کرا دیتی ہیں یا خود کر دیتی ہیں بعضی جاہل عورتیں سیتلا پوجتی ہیں کہیں چوراہے[2] پر کچھ رکھ دیتی ہیں محض اِس غرض سے کہ اولاد پیدا ہو

اولاد کی بداخلاقی کے اسباب

پھر وہ اولاد بعض دفعہ ایسی خبیث پیدا ہوتی ہے کہ بڑے ہو کر باپ ماں کو اتنا ستاتی ہے کہ وہ بھی یاد ہی کرتے ہیں۔ اس وقت وہ ایسی اولاد کو جِس کی تمنّا میں سینکڑوں گُناہ کیے تھے ہزاروں کوسنے دیتے ہیں اور زیادہ وجہ اولاد کے خبیث اُٹھنے کی یہ بھی ہے کہ تمنّا کی اولاد کے لاڈ پیار بہت کیے جاتے ہیں بچپن میں ان کے اخلاق خراب کر دیے جاتے ہیں کہ چاہے وہ کسی کو گالی دے لے یا کِسی کو مار پیٹ لے۔ لاڈ کی وجہ سے کوئی اُسے کچھ نہیں کہتا اور کہنا سُننا کیسا۔ بعض عورتیں تو اس کی تمنّا کرتی ہیں کہ ہمارا بچّہ گالی دینے کے قابل ہو جائے چنانچہ ایک عورت نے مَنّت مانی تھی کہ اگر میرے لڑکا ہو اور وہ ماں کی گالی کھا کر گھر میں آئے

---

[1] آزاد [2] یہ مرض آج کل بھی عام ہے سڑکوں میں چوراہے پر بکریوں کے سر اکثر پڑے نظر آتے ہیں۔

تو مَیں اللہ واسطے پانچ روپیہ کی مٹھائی تقسیم کروں گی تو بھلا ایسی عورتیں اولاد کو گالی دینے سے کیا خاک رکیں گی پھر وہ اولاد بڑی ہو کر ان کو بھی گالیوں سے یاد کرتی ہے اور بعضے لڑکے تو ایسے جلّاد ہوتے ہیں کہ بیوی کے مقابلہ میں ماں کو لاٹھیوں سے مارتے ہیں اس وقت یہ ساری تمنائیں ناک کے رستہ نکل جاتی ہیں۔ خیر یہ گُناہ تو بچّے کے پیدا ہونے میں کئے جاتے ہیں اب وہ پیدا ہو گیا تو یہ حالت ہے کہ آج کان دُکھ رہا ہے، آج ناک میں تکلیف ہے آج کھانسی ہے، آج بُخار ہے گو ان امراض میں سب ہی مُبتلا ہوتے ہیں مگر بچّوں کی زیادہ نگہداشت[1] کی جاتی ہے ان کے لِئے کہیں پنڈت کو بُلایا جاتا ہے کہیں عامِل کو اور بات بات کے لِئے ٹونے ٹوٹکے کئے جاتے ہیں

ترکِ نماز کے لِئے عورتوں کا بے جا عذر

اور یہ بھی کسی نے نہ کیا تو اس گُناہ میں تو قریب قریب سبھی عورتیں مُبتلا ہیں کہ بچّہ ہونے کے بعد اکثر نماز نہیں پڑھتیں اور جو کوئی نماز کو کہتا ہے تو جواب دیتی ہیں کہ بچّوں کے ساتھ نماز پڑھنا کہاں مُمکن ہے۔ ہر وقت تو کپڑے ناپاک رہتے ہیں کبھی ہگ[2] دیا کبھی پیشاب کر دیا پھر کپڑے بھی بدل لیں تو بچے گود سے نہیں اُترتے نماز کے لِئے ان کو الگ کریں تو روتے دھوتے ہیں، چیختے چلاتے ہیں اور یہ بھی کہتی ہیں کہ مولویوں کے تو بچّے نہیں ہوتے۔ انھیں اس مُصیبت کی کیا خبر ان کو تو بس نماز کے لِئے تاکید کرنا آتا ہے۔ مَیں کہتا

---

[1] دیکھ بھال [2] پاخانہ کر دیا

ہوں کہ مولویوں کے بچّے نہیں ہوتے تو موٹونوں[1] کے تو ہوتے ہیں۔ پھر ذرا جا کر دیکھ لو کہ وہ کس پابندی سے پانچوں وقت کی نمازیں پڑھتی ہیں اور بعضی اللہ کی بندیاں نماز کے بعد تلاوتِ قرآن اور مناجاتِ مقبول اور اشراق تک کی بھی پابند ہیں کیا ان کے اولاد نہیں ایسی انوکھی اولاد تمھاری ہی ہے جس کے ساتھ نماز پڑھنا محال ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ جس وقت تمھارا بچّہ روتا ہو اور گود سے ہرگز نہ اُترتا ہو اگر اُس وقت تم کو پیشاب کا تقاضا لگے تو بتلاؤ تم کیا کرو گی کیا اس کو پلنگ پر روتا ہوا ڈال کر پاخانہ میں نہ جاؤ گی، یقیناً سب جاتی ہیں اور وہاں جا کر بعض دفعہ خوب دیر لگ جاتی ہے اور بچّہ کے رونے کی کچھ پروا نہیں کی جاتی تو کیا نماز کے لئے تم سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا جتنا پیشاب پاخانہ کے لئے کرتی ہو۔ افسوس۔ بس معلوم ہوا کہ یہ سب مہمل[2] عذر ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ آدمی جس کام کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں ضرور مدد فرماتے ہیں تو جو عورتیں ایسے بہانے کرتی ہیں وہ ذرا نماز شروع کر کے تو دیکھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھولوں ہلکی ہو جائیں گی مگر اب تو ارادہ ہی نہیں کرتیں اس لئے نہ کرنے کے سو بہانے ہیں ورنہ ارادہ وہ چیز ہے کہ ایک وہ شخص جس سے بارش یا سردی میں خود اُٹھ کر پانی بھی نہیں پیا جاتا اگر صاحب کلکٹر کا حکم اس حالت میں اس کے پاس پہنچ جائے کہ فلاں مقام میں ہم سے آکر ملو تو وہ دو میل پیادہ[3] چلا جاتا ہے لوگ حیرت کرتے ہیں کہ اس میں یہ قوّت کہاں سے آگئی۔ میں کہتا

---

[1] مولویوں کی بیویوں [2] بیکار [3] پیدل

ہوں یہ ارادہ کی قوت ہے جس پر حق تعالیٰ نے اِمداد کا وعدہ فرمایا ہے۔
تو جناب یہ عورتیں نماز کا اِرادہ ہی نہیں کرتیں ورنہ کچھ مشکل بات نہ تھی۔

نمازی بننے کی آسان تدبیرؒ

لیجئے مَیں ایک تدبیر بتلاتا ہوں جِس سے بہت جلد نماز کی پابندی حاصِل ہو جائے گی وہ یہ کہ جب ایک وقت کی نماز قضا ہو تو ایک وقت کا فاقہ کرو۔ پھر دیکھیں نماز کیسے قضا ہوتی ہے اگر کوئی کہے کہ نماز کی پابندی تو فاقہ سے ہوگی مگر فاقہ کی پابندی کیونکر ہوگی اس کی بھی تو کوئی ترکیب بتلاؤ کیونکہ یہ تو نماز سے بھی زیادہ مُشکِل ہے فاقہ کس سے ہو سکتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ فاقہ میں تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑتا بلکہ —— چند کام سے اپنے کو روکنا پڑتا ہے اور یہ اختیاری بات ہے کہ ایک کام مت کرو کسی کام کا کرنا تو مُشکل ہوتا ہے مگر نہ کرنا کیا مشکِل ہے اور اگر کسی سے یہ نہ ہو سکے تو وہ اپنے ذمّہ کچھ جرمانہ مالی مقرر کر لے کہ اتنے پیسے فی نماز خیرات کیا کروں گی یا کچھ نمازیں مقرر کر لیں کہ ایک نماز قضا ہوئی تو مثلاً دس رکعتیں نفل جرمانہ کی پڑھا کروں گی اِس طرح چند روز میں نفس ٹھیک ہو جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔ ذرا عمل کر کے تو دیکھو۔

اولاد کی خاطر کی جانے والی کوتاہیاں

تیسری غلطی اولاد کی آئندہ کے لئے فکر کرنے میں کی جاتی ہے اس میں لوگ بڑی خرابیاں کرتے ہیں اوّل تو تمام جائداد اُن کے نام کر دیتے

ہیں اور لڑکیوں کو محروم کر دیتے اس کا سخت وبال ہے پھر مزا یہ کہ وہ جائداد حرام طریقہ سے حاصل کی جاتی ہے کہیں رشوت سے کہیں سود سے یہ وبال[1] الگ رہا پھر بعضے زندگی ہی میں اولاد کے نام داخل خارج کرا دیتے ہیں اس کا نتیجہ وہ دُنیا ہی میں دیکھ لیتے ہیں کہ بعض دفعہ اولاد جائداد کی مالک بن کر ماں باپ کو ایک دانہ بھی نہیں دیتی اور پیچھے تو ان کو ثواب کون پہنچاتا ہے کوئی بھول کر نام بھی نہیں لیتا ہاں دو چار دن برادری کے دکھانے کو کچھ کر دیتے ہیں سو اس سے والدین کو کچھ نفع بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ نیت ریا[2] کی ہے اور اپنے اوپر سے الزام[3] وطعن کا دفع کرنا مقصود ہوتا ہے پھر اس بے اعتنائی[4] کے ساتھ یہ بھی تو نہیں کرتے کہ ماں باپ کو بھلا کر ان کے جمع ذخیرہ جائداد سے خود ہی راحت[5] اُٹھالیں۔ اگر اتنا بھی کریں تو خیر والدین کا کچھ مقصود[6] تو حاصل ہو جائے مگر وہاں یہ ہوتا ہے کہ ماں باپ کی رقم اور جائداد کو دِل کھول کر اُڑایا جاتا ہے اور کہاں رنڈی بھڑووں[7] میں یا ز دوستوں میں ماں باپ نے مُصیبت جھیل کر پیٹ اور تن کاٹ کر اور ایمان کھو کر گناہ سر پر لاد کر مال و جائداد جمع کی تھی صاحبزادہ نے اس کی یہ قدر کی کہ سب کی سب رذیل[8] لوگوں میں اُڑا دی (کیوں نہ ہو مال حرام بود بجائے حرام رفت) (حرام مال حرام ہی جگہ میں خرچ ہوتا ہے) اِسی لئے ایک بُزرگ کا ارشاد ہے کہ اپنے اولاد کے لئے کچھ جمع نہ کرے اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ دو حال سے

---

[1] اس کا عذاب الگ رہا۔ [2] دکھاوے [3] اعتراض دور کرنا ہے [4] لاپرواہی [5] آرام [6] والدین نے جس مقصد کے لئے جائداد بنائی تھی اس میں سے کچھ تو حاصل ہوا [7] ناچ گانے میں [8] کم درجہ کے لوگوں

خالی نہیں یا تو یہ اولاد خدا تعالیٰ کی دوست اور مطیع ہوں گے یا دشمن و نافرمان اگر دوست اور مطیع ہوئے تو خدا تعالیٰ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کیا کرتے اِس صُورت میں تم کو ان کی فکر کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر یہ خدا تعالےٰ کے دُشمن و نافرمان ہُوئے تو خُدا تعالیٰ کی نافرمانی میں ان کو امداد دینا یہ کیا مناسب ہے واقعی بات تو خُوب فرمائی لیکن میرا یہ مطلب نہیں کہ سب لوگ ایسے ہی بن جاویں یہ اُن کی خاص حالت تھی۔ مَیں نے سَب کو اس حال کی تعلیم کی ہے بلکہ حدیث شریف میں تو اس کی ترغیب ہے کہ اپنی عیال کو غنی چھوڑنا اِس۔ سے اچھا ہے کہ ان کو بالکل خالی ہاتھ چھوڑ جاؤ تو اولاد کیلئے کچھ اندوختہ[1] چھوڑ جانا بُرا نہیں مگر یہ تو نہ ہو کہ دوسرے کا گلا کاٹ کر ان کا گُرتہ سیا جائے کہ رشوت اور سود سے ذخیرہ جمع کیا جائے غریبوں کی زمین ناحق دبا کر اپنی جائداد کو بڑھایا جائے اور کسی نے اگر یہ ظلم بھی نہ کیا تو دوسرا ظلم یہ کیا کہ بیٹیوں کو محروم کر کے سب زمین بیٹوں کے نام کر دی یہ ہیں وہ گُناہ جو مال اور اولاد کی وجہ سے ہم کرتے ہیں جن کو مَیں نے مختصراً بیان کر دیا اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مال و اولاد اکثر مُصیبت کا سبب ہو جاتے ہیں

آیت کی تفسیر

اِس لِئے حق تعالیٰ اِس آیت میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اَے مُسلمانو! یہ اموال و اولاد تم کو ذکر اللہ یعنی طاعت سے غافِل کر کے معصیت[2] کا سبب نہ بن

[1] کچھ مال و دولت [2] گُناہ

جاویں اور جو ایسا کرے گا تو وہ زیاں کار ہے یہاں کیا اچھا لفظ ارشاد فرمایا ہے۔ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ (ایسے ہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں) جس میں جیسا کہ ابھی مذکور ہوتا ہے اس طرف اشارہ ہے کہ ایسا شخص نفع کی چیز میں ٹوٹا[1] اُٹھانے والا ہوگا جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ مال و اولاد فی نفسہ[2] ضرر کی چیز نہیں بلکہ اگر معصیت کا سبب نہ بنے تو واقع میں نفع[3] کی چیز ہے اور یہ اشارہ اِس وجہ سے ہے کہ خسارہ مطلق نقصان کو نہیں کہتے بلکہ نفع کی چیز میں نقصان ہونے کو خسارہ کہا کرتے ہیں بہرحال ایسے لوگ خسارہ میں ہیں اور زیاں کار ہیں اور اطلاق خسارہ سے اس پر بھی دلالت ہے کہ صِرف آخرت ہی میں نہیں بلکہ دُنیا میں بھی یہ لوگ خسارہ کے اندر ہیں کیونکہ مال و اولاد کی ایسی محبّت وبال جان ہو جاتی ہے اور مال و اولاد ایسے ہی شخص کے لئے معصیت کا سبب ہو جاتے ہیں جِس کو ان سے ایسی محبّت ہو سو محبّت مال کا وبال جان ہونا تو ظاہر ہے کہ ہر وقت آدمی کو اسی کی فکر رہتی ہے کہ آج اتنے روپے ہیں تو کل کو اتنے ہو جائیں چنانچہ اپنی جان پر مُصیبت ڈال ڈال کر روپیہ جوڑا جاتا ہے پھر رات کو اسے بار بار دیکھا جاتا ہے کہ اپنی جگہ پر ہے بھی یا نہیں، چوروں کے کھٹکے سے راتوں کی نیند اُڑ جاتی ہے اور اولاد کا وبالِ جان ہونا آپ کو اس حکایت سے معلوم ہو جائے گا کہ مَیں نے ایک والی ملک کی بیٹی کو دیکھا ہے کہ ان کو اپنے بیٹوں سے اس قدر محبّت تھی کہ رات کو وہ سب کو ساتھ لے کر لیٹتی تھیں، جُدا

---

[1] نقصان [2] اپنی ذات کے اعتبار سے نقصان دہ نہیں [3] حقیقت میں فائدہ مند ہے۔

کر کے ان کو چین ہی نہ آتا تھا پھر جب بچے زیادہ ہو گئے اور ایک پلنگ پر نہ آسکے تو انھوں نے پلنگ پر سونا چھوڑ دیا۔ سب کو لے کر نیچے زمین میں فرش پر سویا کرتی تھیں اور اس پر بھی اعتبار نہ آیا بلکہ کسی پر ہاتھ رکھ لیتیں اور کسی پر پیر اور رات کو بار بار آنکھ کھلتی اور ہر بچّے کو ٹٹول کر دیکھ لیا کرتیں۔ واقعی یہ محبّت تو عذاب ہی ہے پھر اگر ایمان بھی نہ ہوا تو دونوں عالم میں معذب[1] ہے اسی کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ۔

(یعنی اوران کے اموال اور اولاد آپ کو تعجّب میں نہ ڈالیں۔ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دُنیا میں (بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کا دم حالتِ کُفر ہی میں نکل جاتے ۱۲)

کیونکہ ان کو نہ دُنیا میں چین ملا نہ آخرت میں اور اگر ایمان ہوا تو خیر دُنیا ہی بے لذّت ہوئی آخرت انجام کار انشاء اللہ تعالیٰ پُر لطف ہو جائے گی۔ غرض ثابت ہو گیا کہ محبّت مال و اولاد کبھی معصیت کا سبب ہو جاتی ہے۔ اور اس سے دُنیا و آخرت دونوں کا خسارہ[2] ہو جاتا ہے خواہ خسارہ محدود ہو یا غیر محدود البتہ جو لوگ اعتدال کے ساتھ محبّت کرتے ہیں اور حقوق الٰہیہ کو غالب رکھتے ہیں ضائع نہیں کرتے وہ ہر وقت لُطف میں ہیں بس اب

---

[1] دونوں جہانوں میں عذاب میں مُبتلا رہے [2] نقصان

میں ختم کرتا ہوں، دُعا کیجئے کہ خُدا تعالیٰ ہم کو اپنی یاد سے غافل نہ فرمائیں اور مال و اولاد کو ہمارے لئے سبب فتنہ نہ بنائیں۔ آمین[ل]

وَصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد و علیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین و آخر دعوٰنا ان الحمد للہِ ربّ العٰلمین۔

وعظ ختم ہوا

ل اللہ تعالیٰ محشی اور اس وعظ کی اشاعت کے سلسلہ میں کوشش کرنے والے تمام احباب کے حق میں ان دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۲۶ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

یہ تری غفلت ہے، بے عقلی بڑی — مُسکراتی ہے قضا سر پہ کھڑی

موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی — پیش آنے کو ہے، یہ منزل کڑی

ایک دِن مرنا ہے، آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے

○

مال و دولت کا بڑھانا ہے، عبث — زائد از حاجت کمانا ہے، عبث

دِل کا دُنیا سے لگانا ہے، عبث — رہ گذر کو گھر بنانا ہے، عبث

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے

کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

رشتۂ محبّت

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبّت کا قائم ہی رکھّے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

رحمۃ اللہ علیہ
مجذوب

کام کر ۔ کام

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حُسنِ کلام سے ہوگی
فِکر اور اہتمام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ